((كُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ))(الحديث)

"(دین میں) ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی آگ میں لے جانے والی ہے۔"

چند بدعات اور اُن کا تعارف

مصنف

علّامہ سعید بن عزیز یوسف زئی رحمہ اللہ

ایم اے عربی، اسلامیات

تہذیب و تقدیم

ابو عدنان محمد منیر قمر حفظہ اللہ - الخبر

ناشر

توحید پبلیکیشنز، بنگلور (انڈیا)

❖ نامِ کتاب — چند بدعات اور ان کا تعارف

❖ مصنف — علّامہ سعید بن عزیز یوسف زئیؒ

❖ تہذیب و تقدیم — شیخ ابوعدنان محمد منیر قمر نواب الدین

❖ کمپوزنگ — زاہد محمود و شاہد ستار (الخبر)

❖ طبع پنجم — ۱۴۲۹ھ ، ۲۰۰۸ء

❖ تعداد — ۳۰۰۰

❖ ناشر — توحید پبلیکیشنز، بنگلور (انڈیا)

❖ قیمت

ہندوستان میں ملنے کے پتے

1-توحید پبلیکیشنز

ایس.آر.کے.گارڈن

فون:۲۶۶۵۰۶۱۸، بنگلور۔۰۴۱ ۵۶۰

2-چارمینار بک سنٹر

چارمینار روڈ، شیواجی نگر، بنگلور۔۰۵۱ ۵۶۰

3-دار التوعیة

اسلامی سی۔ڈیز، کیسیٹس اور بک ہاؤس۔

نمبر:۷، فرسٹ کراس، چارمینار مسجد روڈ

فون:۰۸۰۔۲۵۵۴۹۸۰۴

شیواجی نگر، بنگلور۔۵۶۰۰۵۱

1-Tawheed Publications,
S.R.K.Garden,Phone# 26650618
BANGALORE-560 041

2-Charminar Book Center
Charminar Road,Shivaji Nagar,
BANGALORE-560 051

3.Darul Taueyah
Islamic Cassettes,Cds & Books
House,Door# 7,Ist Cross
Charminar Masjid Road
SivajiNagar Bangalore-560 051
Tel:080-25549804

Emailto:tawheed_pbs@hotmail.com

آئینہ مضامین

صفحہ نمبر	عنوان
78	(۴۱) ندائے غیر اللہ
78	(۴۲) ہرے اور کتھئی رنگ کا صافہ باندھنا
80	(۴۳) سلسلہ ہائے طریقت
82	(۴۴) قوالیاں
85	(۴۵) تعویذ گنڈے
86	(۴۶) ختم قرآنِ مجید
86	(۴۷) ختم آیتِ کریمہ
87	(۴۸) ختم یٰسین شریف
88	(۴۹) ختم خواجگان
88	(۵۰) بسم اللہ کرنا
89	(۵۱) آمین
90	(۵۲) روزہ کشائی
91	(۵۳) حج مبارک
92	(۵۴) مساجد پر چراغاں کرنا
94	(۵۵) مزارات پر گنبد بنانا
95	(۵۶) مزارات کو غسل دینا
97	(۵۷) مزارات پر چراغاں کرنا
98	(۵۸) قبروں پر پھول چڑھانا
99	(۵۹) قبر پر اگر بتی جلانا
100	(۶۰) بزرگوں کے ختم
101	(۶۱) موتیوں پر تسبیح پڑھنا
103	(۶۲) نماز مکتوبہ کے بعد اجتماعی دعاء
103	(۶۳) خانقاہیں تعمیر کرنا
104	(۶۴) مساجد، مدارس اور گھروں میں مردوں کی تدفین
106	(۶۵) وضو میں گردن کا مسح
107	(۶۶) وضو کے دوران کلمہ شہادت پڑھنا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقدیم

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِینُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا ، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلا مُضِلَّ لَہٗ وَ مَنْ یُّضْلِلْ فَلا ھَادِیَ لَہٗ وَأَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ.
أَمَّا بَعْدُ :

قارئینِ کرام! اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اسلام کے نام سے آج مسلمان جو کچھ کرتے ہیں یہ اعمال دو طرح کے نظر آتے ہیں۔ان میں ایک تو وہ صالح اعمال ہیں جن کا ذکر قرآن مجید اور صحیح احادیث میں موجود ہے۔ دوسرے ایسے اعمال ہیں جن کا قرآن وسنت سے ادنیٰ سا تعلق بھی نظر نہیں آتا۔ بلکہ قرآن و سنت میں ایسے اعمال کو بدعات ومنکرات کہا گیا ہے اور ایسے کاموں کے کرنے والوں کو بدعتی اور جہنمی قرار دیا گیا ہے۔

اسلام دراصل اس ''وحی الٰہی'' کا نام ہے جسے اللہ رب العالمین نے ہمارے نبی ﷺ پر نازل فرمایا ہے اور اس ''وحی'' کو قرآن مجید اور صحیح احادیث کی شکل میں محفوظ کر کے ہم تک پہنچایا ہے۔

بدعات ومنکرات ان کاموں کو کہتے ہیں جن کو لوگوں نے ''دین'' کے نام سے ایجاد کر لیا ہے۔اور جہلاء انہیں کاموں کو دین سمجھ کر ان پر عمل کر رہے ہیں۔اگلی امتوں کی تباہی و بربادی کا اصل سبب یہی بدعات ومنکرات تھیں۔لوگوں نے انبیاء کی سنتوں پر عمل کرنے کے بجائے بعد والوں کی ایجاد کردہ بدعتوں کو دین سمجھ کر اپنا لیا تھا، آخر کار گمراہ ہو کر اللہ تعالیٰ کے قہر

وغضب کا شکار ہوئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (سورة التوبه: ٣٤)

''اے ایمان والو! اکثر علماء اور عابد، لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روک دیتے ہیں۔''

معلوم ہوا کہ دین کے نام سے گمراہ کرنے والی ٹولی بہت بڑی ہے اور وہ علماء اور مشائخ کی شکل میں ہوتے ہیں۔

دوسری جگہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾ (سورة الاعراف:٣)

''(لوگو!) جو کچھ (وحی کی شکل میں) تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے، اس کی اتباع کرو اور اس (وحی) کو چھوڑ کر ''اولیاء'' کی اتباع نہ کرو (مگر) تم لوگ بہت ہی کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔''

مطلب یہ کہ ''اولیاء'' کے نام سے دین میں لوگوں نے جو بدعات ایجاد کر رکھی ہیں ان کی اتباع ہرگز نہ کرو۔ مومن اپنا ہر کام ''وحی الٰہی'' یعنی قرآن مجید اور صحیح احادیث میں بتائے ہوئے طریقے کے مطابق کرتا ہے۔ اور غافل شخص اس کا کچھ لحاظ نہیں کرتا، اس طرح بدعات کا شکار ہو جاتا ہے۔

صحیح بخاری و مسلم شریف وغیرہ میں ہے کہ قیامت کے دن ایک جماعت حوض کوثر کی طرف بڑھے گی، مگر فرشتے ان کو آگے بڑھنے نہیں دیں گے۔ آپ ﷺ فرمائیں گے کہ یہ میری

امت کے لوگ ہیں، ان کو آنے دو، فرشتے کہیں گے: اے اللہ کے نبی (ﷺ)! آپ نہیں جانتے کہ یہ لوگ آپ کے بعد بدعتوں میں مبتلا ہو گئے تھے۔ یہ سن کر نبی ﷺ فرمائیں گے: ”دوری ہو۔ پھٹکار ہو ان لوگوں پر جو میرے بعد دین کو بدلنے لگ گئے۔“ [1]

وہ کیسا بُرا وقت ہوگا جب نبی ﷺ خود دھتکار دیں گے۔ کیا بربادی کا اس سے بھی زیادہ برا کوئی منظر ہوسکتا ہے؟ لہٰذا بدعات سے بچنا سخت ضروری ہے اور کسی چیز سے بچنے کیلئے اس سے واقفیت بھی ضروری ہے۔ اسی ضرورت کے تحت یہ کتاب شائع کی جارہی ہے۔

یہ کتاب علاّمہ سعید بن عزیز یوسف زئی رحمہ اللہ کی ایک پر خلوص تالیف ہے۔ موصوف کی ابتدائی زندگی بدعات بھرے ماحول میں گزری تھی۔ جس کی وجہ سے رائج الوقت بدعات پر آپ کی نظر بڑی گہری تھی۔ آپ کے مشاہدات ہی اس کتاب کا ماخذ ہیں۔ اس طرح بہت سی نئی بدعات کے متعلق بھی کافی معلومات جمع ہوگئی ہیں۔ جس سے ان کی تردید آسان ہو جاتی ہے۔ علاّمہ موصوف کے اہل بدعات کے بارے میں اسی تبحّرِ علمی اور جہادِ لسانی و قلمی کا نتیجہ یہ نکلا کہ انہیں بعض شرپسندوں نے گولیوں کی بوچھاڑ کر کے شہید کر دیا تھا۔ رَحِمَهُ اللّٰه رَحْمَةً وَاسِعَةً وَغَفَرَلَنَا وَلَهُ.

ہم نے اس یادگار کتاب کی مناسب تہذیب و تنقیح کر دی ہے۔ پاکستان کے بعد اسے مجلس اہل سنت والجماعت بنگلور نے ۲۰۰۱ میں دو ہزار کی تعداد میں چھپوایا تھا جبکہ اب اسکے تمام نسخے ختم ہو چکے ہیں اور توحید پبلیکیشنز بنگلور نے اسے معیاری انداز سے چھاپ کر آپ تک پہنچانے کا عزم کیا ہے جس پر جناب محمد رحمت اللہ خان (ایڈووکیٹ) جناب شاہد ستار اور توحید پبلیکیشنز سے تعلق رکھنے والے دیگر احباب ہم سب کے شکریہ کے بجا طور پر

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الرقاق و کتاب الفتن۔ صحیح مسلم، کتاب الطھارۃ و کتاب الفضائل و کتاب الزھد۔ ابن ماجہ، کتاب الزھد، مؤطا امام مالك، کتاب الطھارۃ۔ مسند احمد ۲/۳۰۰، ۴۰۸۔ ۳/۲۸۔ ۵/۲۲۳، ۲۲۹

مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ مؤلف و مقدم اور ناشرین کی کاوشوں کو قبول فرمائے اور اس کتاب کو شرفِ قبول سے نوازے۔ آمین

ابوعدنان محمد منیر قمر نواب الدین
ترجمان سپریم کورٹ، الخبر
وداعیہ متعاون، مراکزِ دعوت وارشاد
الخبر ۔ الظہران ۔ الدمام (سعودی عرب)

جمعۃ المبارک
۱۲/ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ
۲۰/ مئی ۲۰۰۵ء

عرضِ مؤلّف

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلیٰ رَسُوْلِ اللّٰہِ،اَمَّا بَعْدُ

بدعت کے موضوع پر اس کتاب میں خاصی بڑی تعداد میں بدعات،ان کا تعارف اور ان کا رد عوام کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے اور اس کی غرض و غایت صرف یہ ہے کہ عوام بدعات سے آگاہ ہوں، دین کی سمجھ حاصل کریں سنت و بدعت میں فرق کریں پھر بدعات سے اجتناب کرتے ہوئے سنتوں پر عمل پیرا ہوں۔ میرا مدعائے تحریر یہ ہے کہ خصوصاً سنی حضرات اس کتاب سے رہنمائی حاصل کریں اور وہی میرے حقیقی مخاطَب ہیں۔

میں نے حتی الامکان یہ کوشش کی ہے کہ دورانِ تحریر اپنے احساسات اور جذبات کا اظہار کم از کم کروں اور قرآن و حدیث کی نصوصِ قطعیہ کو بطورِ حجت و براہین زیادہ سے زیادہ پیش کروں کیونکہ اصل دین قرآن و حدیث ہی ہیں۔ان کے علاوہ جو کچھ ہے وہ ایک علم کے اعتبار سے لائق توجہ تو ہے،لیکن عمل کیلئے کسی بھی طور پر لائقِ اعتناء و قابلِ التفات نہیں ہے۔ اسی نکتہ کی وضاحت میں نے اس کتاب میں بار بار کی ہے۔

حق تعالیٰ کے حضور دست بدعا ہوں کہ وہ میری اس کتاب کو میرے دور جاہلیت (یعنی بریلویت) کا کفّارہ بنا دے،اسے قبولیت خاص و عام عطا فرمائے،اور میرے حق میں اس کو صدقۂ جاریہ بنا دے۔

﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمِ﴾ آمین یا رب العالمین

عبدہٗ الاحقر/
سعید بن عزیز یوسف زئی
مدّرس جامعہ ستاریہ اسلامیہ
گلشن اقبال کراچی

پیش لفظ

مولانا عبدالسلام صاحب رحمانی حفظہ اللہ تعالیٰ ❶

(سابق ناظم اعلیٰ المرکزیہ، دہلی)

یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل وکرم ہے کہ اس نے امام المرسلین حضرت محمد ﷺ کو ہمارے لیئے ایک بہترین نمونہ اور ایک مثالی شخصیت بنا دیا اور دین کو آپ ﷺ پر مکمل کر دیا۔ جب بھی ہمیں کچھ کرنا ہو، ہمیں حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہے کہ ہم وہ کام کیسے کریں اور کیسے نہ کریں؟ بڑی آسان سی صورت ہے کہ ہم اس مثالی شخصیت کی طرف رجوع کریں، اور دیکھیں کہ وہاں ہمارے اس پیش آمدہ معاملہ میں کیا نظیر اور کیا رہنمائی موجود ہے۔ دین مکمل ہو چکا ہے اور کوئی ایسا اندیشہ بھی نہیں ہے کہ شاید رسول اللہ ﷺ سے دین کی کوئی بات رہ گئی ہو، اور دین کے کسی معاملہ میں دور رسالت سے رہنمائی نہ مل سکے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

”جو شخص یہ سمجھتا ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے دین کی کوئی بات چھپالی ہے، اس نے محمد ﷺ پر بہت بڑا الزام لگایا“۔ ❷

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”جس نے اسلام میں کوئی نئی بات نکالی اور وہ اسے نیک کام سمجھتا ہے تو گویا وہ اس بات کا قائل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رسالت میں خیانت کی کہ اس نیک کام کو چھپائے رہ گئے ظاہر نہیں کیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے: ”ہم نے آج تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے“۔

---

❶ یہ گراں قدر مضمون موصوف کی کتاب ”المنکرات“ سے ماخوذ ہے۔ اسکی افادیت کے پیشِ نظر انکے شکریئے کے ساتھ اسے یہاں بطورِ ”پیش لفظ“ شامل کیا جا رہا ہے۔ (ناشر)

❷ صحیح مسلم: ۳۵۸ طبع عالم الکتب

اور قیامت تک کیلیئے جو چیز بھی دین میں داخل تھی وہ رسول اللہ ﷺ پر اتاری جا چکی ہے۔

''پس جو چیز اُس دن دین کا کام نہیں تھی وہ آج بھی دین کا کام نہیں ہو سکتی''۔ ❶

امام طبرانی نے بسند صحیح یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَا تَرَكْتُ شَيْئًا يُقَرِّبُكُمْ اِلَى اللّٰهِ اِلَّا وَقَدْ اَمَرْتُكُمْ بِهٖ، وَمَا تَرَكْتُ شَيْئًا يُبْعِدُكُمْ عَنِ اللّٰهِ تَعَالٰى اِلَّا وَقَدْ نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ))

''میں نے کوئی بھی ایسی چیز نہیں چھوڑی ہے جو تمہیں اللہ سے قریب کرنے والی ہو مگر میں نے اس کا حکم تمہیں دے دیا ہے۔اور کوئی بھی ایسی چیز میں نے نہیں چھوڑی ہے جو اللہ سے تمہیں دور کرنے والی ہو مگر میں نے تمہیں اس سے منع کر دیا ہے''۔ ❷

رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو آگاہ فرمایا تھا کہ ہماری یہ امت بھی بنی اسرائیل کے نقشِ قدم پر چل پڑے گی، بنی اسرائیل (اپنے نبی کے بعد رفتہ رفتہ) ۷۲ فرقوں میں بٹ گئے تھے، اور ہماری امت (ان سے ایک قدم آگے ہی ہوگی کہ یہ) ۷۳ فرقوں میں بٹ جائے گی، ان میں سے صرف ایک گروہ جنتی ہوگا باقی سب فرقے جہنمی ہوں گے۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ (جہنم سے نجات پانے والا) گروہ کونسا ہوگا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''وہ گروہ جو اس طریقہ پر قائم ہوگا جس پر میں ہوں اور میرے صحابہؓ ہیں''۔ ❸

---

❶بحواله مقدمه السنن و المبتدعات للشيخ محمد عبدالسلام الشقيرى

❷بحواله لابداع فى مضارالا بتداع للشيخ على محفوظ

❸ابوداؤد،ترمذی،نسائی ،ابن ماجه،صحيح الجامع :١٠٨٢، ١٠٨٣،

اب جو شخص بھی جہنم سے نجات پانے والے گروہ میں شامل ہونا چاہتا ہو، اسے چاہیئے کہ وہ ہر معاملہ میں وہ طریقہ اختیار کرے جو حضرت محمد ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اختیار کیا، وہ ہر موقع پر خواہ وہ خوشی کا موقع ہو یا غمی کا اور اس کا تعلق عبادات سے ہو یا معاملات سے لازمی طور پر یہ پتہ لگائے اور دیکھے کہ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا کیا طریقہ تھا؟ اسے چاہیئے کہ ترک واخذ دونوں معاملات میں اسی دور رسالت کی طرف رجوع کرے اور اسی طریقے کی پیروی کرے اور اس سے قدم باہر نہ نکالے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(عَلَيْكُمْ بِاتِّبَاعِ السُّنَّةِ فَمَنْ خَرَجَ عَنْهَا ضَلَّ) ❶

"تم رسول اللہ ﷺ کے طریقے کی پیروی اپنے اوپر لازم کرلو، جس شخص نے بھی اس طریقے سے قدم باہر نکالا وہ گمراہ ہوگیا"۔

علاّمہ شعرانی صحابۂ کرام وائمۂ دین کا ذکر کر کے فرماتے ہیں:

((فَكَانُوا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ لَا يَجْتَرِءُ اَحَدٌ مِّنْهُمْ اَنْ يَّخْرُجَ مِنَ السُّنَّةِ قَدْرَ شِبْرٍ)) ❷

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور امامانِ دین میں سے کوئی بھی رسول اللہ ﷺ کے طریقے سے ایک بالشت بھر بھی باہر قدم نکالنے کی جرأت نہیں کرتے تھے"۔

کیونکہ ہر وہ کام اور ہر وہ طریقہ جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہ ہو اور اسے کوئی دین کا کام سمجھ کر کرے تو وہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔

---

❶ المیزان الکبریٰ للشعرانی

❷ المیزان الکبریٰ للشعرانی

بدعت ہر وہ کام ہے جسے دین وثواب کا کام سمجھ کر کیا جائے حالانکہ صحیح روایات سے اس کا کوئی سراغ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کے دور میں نہ ملتا ہو اور منکر کا دائرہ بدعت سے وسیع تر ہے کیونکہ ہر بدعت منکر ہے اور ہر وہ برائی بھی منکر ہے جسے انسان بالعموم بُرا جانتے ہیں، ہمیشہ اسے بُرا کہتے رہے ہیں اور تمام شرائع الٰہیہ نے اُس سے منع کیا ہے۔ نیز ہر وہ کام منکر ہے جس سے اللہ و رسول ﷺ نے منع فرمایا ہو۔ بدعات ومنکرات کا نفوذ بہت گہرائی تک ہو چکا ہے اور ان کا دائرہ اس قدر بڑھ گیا ہے کہ اس کا احاطہ واستقصاء ناممکنات میں سے ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کا شعور عطا کرے اور بدعات ومنکرات سے محفوظ رکھے اور اتباع سنت کی توفیق دے۔

(اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ وَارْزُقْنَا اِتِّبَاعَهٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلاً وَارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ)

والسلام

عبدالسلام رحمانی

(دہلی)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تمهيد

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ. اَمَّا بَعۡدُ

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿وَمَنۡ یَّبۡتَغِ غَیۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِیۡناً فَلَنۡ یُّقۡبَلَ مِنۡهُ ۚ﴾

(سورة آلِ عمران:۸۵)

''اور جو کوئی بھی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین (یعنی کسی اور کا طریق) پسند کرے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔''

اس آیۂ کریمہ سے دو باتیں واضح طور پر معلوم ہوتی ہیں:

① پہلی یہ کہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ عمل یہ ہے کہ اس کے بندے اسلام کے دائرہ عمل ہی میں رہیں اس سے باہر نہ نکلیں اور نہ ہی کسی دوسرے دین کی محبت دل میں رکھیں اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے راستے کے سوا کسی اور کا راستہ اختیار کریں اس لیئے کہ اللہ جس دین کو حق بتاتا ہے وہ دین اسلام ہے جیسے کہ خود اس کا فرمان ہے:

﴿اِنَّ الدِّیۡنَ عِنۡدَاللّٰہِ الۡاِسۡلَامُ﴾ (سورۂ آلِ عمران:۱۹)

''حقیقتاً اللہ کے نزدیک جو دین ہے وہ اسلام ہی ہے''۔

اسلام کیا ہے؟ اسلام وہ آسمانی قانون اور شریعت ہے جسے اللہ نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے اپنے بندوں کے لیئے بنایا۔ ہر نبی اور رسول نے لوگوں کو اسلام ہی کی دعوت دی۔ اس دعوت کی ابتداء حضرت نوح علیہ السلام سے ہوئی اور انتہا حضرت محمد ﷺ پر ہوئی جس کا اعلان اللہ تعالیٰ نے ان کلمات میں فرمایا:

((اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَرَضِیۡتُ لَکُمۡ

الْإِسْلَامَ دِيْناً)) (سورۃ المائدہ: ۳)

’’آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت مکمل کر دی اور تمہارے لیئے دینِ اسلام سے راضی ہو گیا ہوں‘‘۔

قرآن مجید کے یہ پاکیزہ کلمات اس بات کی دلیل ہیں کہ شریعت کی تکمیل جناب رسولُ اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں ہو چکی ہے اور تکمیلِ دین کا یہ واضح ترین اعلان حجۃ الوداع کے موقع پر ہوا جس کے صرف پونے تین ماہ (۸۱ دن) بعد آپ ﷺ وفات پا کر رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے۔ اب اللہ اور رسول ﷺ کے تابعدار بندوں کا یہ فریضہ ہے کہ وہ اللہ اور رسول ﷺ کی بتائی ہوئی تعلیمات پر عمل کریں اور ان کے مقابل ان باتوں، کاموں اور رسم و رواج کو نہ اپنائیں جن کے احکام اور جنکا ثبوت قرآن و حدیث سے نہ ملتا ہو۔ اور اسی بات کو اسلام کے دائرہ عمل میں رہنا کہتے ہیں۔

② دوسری بات جو آیتِ مذکورہ بالا سے ہمیں معلوم ہوئی وہ یہ ہے کہ اگر کوئی اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو اختیار کرے گا یا پھر رسولُ اللہ ﷺ کے راستے پر چلنے کی بجائے کسی اور کی راہ پکڑے گا خواہ وہ کوئی نبی، ولی، امام، پیر اور غوث و قطب ہی کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ اس کے کسی عمل کو قبول نہیں فرمائے گا جیسے کہ خود ایک موقع پر آپ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا تھا:

’’اگر موسی (علیہ السلام) زندہ ہو کر آجائیں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی کرنے لگو تو تم ضرور سیدھے راستے سے بھٹک جاؤ گے۔‘‘

لہٰذا وہ مسلمان ذرا غور کریں جنہوں نے آج اللہ کے پسندیدہ دین میں اپنی من مانیاں شروع کر رکھی ہیں۔ سینکڑوں امور ایسے انجام دے رہے ہیں جن کی دلیل نہ تو قرآن مجید سے ملتی ہے اور نہ ہی سنت و احادیثِ مبارکہ میں ان کا کوئی ثبوت ملتا ہے کیا دین کے نام

پر اپنائی جانے والی یہ بدعات دین میں اضافہ نہیں ہیں؟ اگر نہیں ہیں تو پھر قرآن وحدیث سے ان کا ثبوت پیش کیا جائے۔ وگرنہ ان سے اجتناب برتا جائے، کیونکہ یہ بات کسی مسلمان کے شایانِ شان نہیں کہ وہ جس نبی کا کلمہ پڑھتا ہو پھر اس نبی ﷺ کی نافرمانی بھی کرتا ہو، اس نبی کی بتائی ہوئی راہ پر چلنے کی بجائے دوسروں کی راہوں پر چلتا ہو۔ اس نبی کی سنتوں سے محبت کرنے کی بجائے ان سے نفرت کرتا ہو (جیسے کہ بعض متعصّب حضرات رفع الیدین اور آمین وغیرہ سے نہ صرف چڑتے بلکہ نفرت بھی کرتے ہیں) بلکہ بدعات پر عمل پیرا ہونے میں فخر و خوشی محسوس کرتا ہو اور بدعتوں کا ارتکاب نہ کرنے والے موحد مسلمانوں پر طعن و تشنیع کرتا ہو۔

بدعات اور ان کا تعارف

میں کوشش کروں گا کہ اس مختصر سی کتاب میں زیادہ سے زیادہ بدعات کا تعارف اپنے مسلمان بھائیوں کے سامنے پیش کردوں تا کہ ان بدعات سے اچھی طرح واقف ہو جانے کے بعد وہ بھی ان کو ترک کر دیں اور وہ عقیدہ اختیار کر لیں جس کی تعلیم رسول برحق ﷺ نے دی اور جس پر عمل پیرا ہونے کا حکم معبودِ برحق نے ان کلمات کی صورت میں دیا:

﴿وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾

(سورة الحشر: ۷)

''جو کچھ تمہیں رسول دے رہے ہیں وہ لے لو اور جس چیز سے روک رہے ہیں اس سے رُک جاؤ''۔

اس مختصر تمہید کے بعد میں حسبِ توفیقِ الٰہی وہ بدعات لکھتا ہوں جن کے ترک کر دینے سے ہی اسلام کی وہ اصلی شکل بحال ہو سکے گی جو عہدِ رسالت و دورِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور زمانۂ تابعین رحمۃ اللہ علیہم میں تھی۔

(۱) تقلید شخصی:

یہ بات تواتر کی حد تک مشہور ہے کہ چار امام برحق ہیں اور ان کی تقلید کرنا واجب ہے اور وہ چار امام یہ ہیں:

۱۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ
۲۔ حضرت امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ
۳۔ حضرت امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ
۴۔ حضرت امام احمد بن حنبل ر رحمۃ اللہ علیہ

ان چاروں بزرگوں کا مقام و مرتبہ بہت بلند ہے۔ اسلام کیلئے ان کی علمی و دینی خدمات کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ دیگر تمام بزرگوں کی طرح ان چاروں حضرات کا احترام کرنا

ہر ایک پر واجب ہے، لیکن ان کی تقلید کے واجب ہونے کی دلیل قرآن و حدیث سے نہیں ملتی۔قرآن وحدیث ہی دین کا ماخذ و منبع ہیں، جب یہاں سے ہم کسی بات کا ثبوت پا لیں تو پھر تاویل کی گنجائش نہیں رہتی اور جب قرآن و حدیث میں ہمیں کسی بات کا ثبوت نہیں ملتا تو پھر اسے تسلیم کرنے کی گنجائش ہمارے پاس نہیں کیونکہ ہم شریعت کے تابعدار ہیں شریعت ساز نہیں۔

بعض لوگ آیتِ قرآنی:

﴿فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۝﴾

(سورة النحل:٤٣، سورة الانبياء:٧)

''اگر تم نہیں جانتے ہو تو اہل ذکر سے پوچھ لو'' سے جواز نکالتے ہیں کہ اس آیت میں عوام کو علماء کی تقلید کا حکم دیا گیا ہے حالانکہ جب آیت کا سیاق وسباق دیکھتے ہیں تو وہاں بات ہی کچھ اور ہے۔وہاں اہل الذکر سے مراد اہل کتاب یہود و نصاریٰ ہیں نہ کہ امت محمدیہ کے علماء۔

اسی طرح سورۃ النساء کی یہ آیت بھی پیش کرتے ہیں:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾

''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور تم میں جو اولی الامر ہیں ان کی''۔

کہتے ہیں کہ اس آیت میں اولی الامر کی اطاعت کا حکم ہے اس سے مراد امتِ محمدیہ کے علماء ہیں لہٰذا ان چار میں سے کسی ایک امام کی تقلید واجب ہے۔حالانکہ مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے ''اولی الامر'' کا ترجمہ اہلِ حکومت لکھا ہے اور یہی صحیح بھی ہے کہ اس سے مراد مسلمانوں کے خلفاء یا اہلِ حکومت ہیں، لہٰذا چار میں سے کسی ایک کی تقلید کا دعویٰ باطل ہے، اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔اور اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ان آیات میں علماء بھی مراد ہیں،

تب بھی اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ آیت میں صرف یہی چار بزرگ مراد ہیں؟ کیونکہ آیت تو عام ہے جس سے قرآن وحدیث کا علم رکھنے والے تمام ہی علماء مراد ہونے چاہئیں۔ کیا ان چاروں کے علاوہ دیگر آئمۂ کرام صحابہ سے صحیح سند کے ساتھ مروی نبی ﷺ کی احادیث بیان کریں تو انکار کر دیا جائے؟ تحقیق سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان چار اماموں نے خود اپنی تقلید سے منع کیا ہے اور قرآن وحدیث ہی پر عمل کرنے کی نصیحت کی ہے جیسا کہ شاہ ولی اللہ نے اپنی کتابوں حجۃ اللہ اور عقد الجید میں بیان کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی حقیقی تعلیم سے لوگوں کو سب سے زیادہ برگشتہ کرنے والی چیز یہی تقلید شخصی ہے، اور تقلید شخصی کا مطلب ہے چار میں سے کسی ایک امام کے نام سے جو فقہ وفتووں کی کتابیں لکھی گئی ہیں ان کے مطابق عمل کرنا اگرچہ ان کتابوں کے مسائل قرآن مجید اور حدیثِ رسول ﷺ کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں۔ اسی کے سبب لوگوں نے رسولُ اللہ ﷺ کے اقوال واحادیث اور سنن مبارکہ ترک کر دیں اور ان لوگوں کے اقوال وافعال کی تابعداری کرنے لگے ہیں جن کی تقلید کرنے کا حکم نہ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور نہ ہی اس کے رسول ﷺ نے۔ خود ان چاروں آئمہ نے بھی اس کا حکم نہیں دیا۔

بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم تو ان چاروں کے علم وفضل کی بنیاد پر ان کی تقلید کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کا یہ قول بھی بڑا کمزور ہے کیونکہ ان چاروں کا علم خواہ کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو، نہ تو رسول اللہ ﷺ کے علم کے برابر ہوسکتا ہے اور نہ ہی زیادہ، پھر کیونکر ان کی تقلید کی جائے؟

وہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان حضرات کا زمانہ نبی ﷺ کے زمانے سے قریب تر ہے۔ اس لیئے ہم ان کی تقلید کرتے ہیں، لیکن یہ قول بھی بے بنیاد ہے کیونکہ اگر قربتِ رسول ﷺ سے جوازِ تقلید نکلتا ہے تو پھر ان چاروں سے زیادہ تقلید کیئے جانے کے مستحق تو رسولُ اللہ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم ہوئے اور خصوصاً خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم۔ رسولُ اللہ ﷺ سے

قربت اور علم وفضل میں اس امت میں اُن سے بڑھ کر کوئی بھی نہیں ہے، اور نہ ہوسکتا ہے۔

غرض تقلید کرنے کے دلائل بڑے ہی کمزور ہیں مسلمانانِ عالم اگر دنیا میں ایک بار پھر امت کو متحد کرنا چاہتے ہوں اور اسلام کی رفعت وسربلندی کے خواہاں ہوں تو پھر اس تقلیدِ شخصی سے توبہ کریں۔ چار فرقوں سے نکل کر ایک امت بن جائیں، قرآن وحدیث سے تمسک اختیار کریں اور تمام بزرگوں کا احترام کریں۔ البتہ جس امام کی بات قرآن وحدیث کے مطابق ہو اسی کو حق وصواب سمجھیں اور اسی پر عمل کریں یہی اصل دین اور حق ہے۔

(۲) عید میلاد النبی ﷺ: ❶

مسلمانانِ عالم کی اچھی خاصی تعداد جو برصغیر پاک و ہند اور اس کے اطراف سے تعلق رکھتی ہے، ہر سال ۱۲ ربیع الاول کو رسولُ اللہ ﷺ کا جشن پیدائش عید میلاد النبی ﷺ کے نام سے مناتی ہے۔ اس تقریب کا انعقاد کرنے والے اسے کارِ ثواب سمجھ کر کرتے ہیں۔ ان تقاریب میں چندہ دینے والے اور شرکت کرنے والے حضرات کو ثواب دارین کی خوش خبریاں بھی منتظم صاحبان کی طرف سے دی جاتی ہیں، حالانکہ یہ رسم سراسر ایک بدعت ہے۔ اس کا ثبوت قرآن وحدیث میں کہیں بھی نہیں ملتا۔ پھر دوسری بات یہ ہے کہ اگر آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کا جشن منانا جائز ہے تو پھر آپ ﷺ نے خود کیوں کر اپنی سالگرہ نہ منائی؟ آپ ﷺ کے اپنی سالگرہ نہ منانے سے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں:

① پہلی تو یہ کہ آپ ﷺ کو نہ تو حق تعالیٰ نے اس کا حکم دیا اور نہ ہی خود آپ ﷺ نے اس فعل کو درست جانا۔

② دوسری بات یہ کہ آپ ﷺ نے اس دن کی فضیلت نہ تو اپنے اُمتیوں کو بتائی اور نہ ہی آپ ﷺ کے اُمتیوں نے اس دن کو فضیلت کا دن جانا کہ آپ ﷺ کی موجودگی میں یا

❶ اس موضوع کی مزید تفصیلات کیلئے دیکھیئے ہماری کتاب: ''صحیح تاریخِ ولادتِ مصطفیٰ ﷺ، جشنِ میلاد؛ یومِ وفات پر'' ناشرین مکتبہ کتاب وسنّت، ریحان چیمہ، سیالکوٹ وتوحید پبلیکیشنز، بنگلور (انڈیا)

آپ ﷺ کی وفات کے بعد انہوں نے آپ ﷺ کی پیدائش کا جشن منایا۔حدیث و تاریخ کی کتابیں اس بات پر گواہ ہیں کہ کائنات میں نبی اکرم ﷺ سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے، آپ ﷺ پر اپنی جانیں نچھاور کرنے والے آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے، مگر کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے نہ تو آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں اور نہ ہی آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی پیدائش کا جشن عید میلا د النبی ﷺ کے نام سے منایا۔لہٰذا یہ ایک ایسا امر ہے جو کہ کسی بھی اعتبار سے کار ثواب نہیں بلکہ یہ کار عذاب ہے کہ اس دن مسلمان موسیقی و قوالی، بھنگڑے اور ناچ گانے کا اہتمام کرتے ہیں، جلوس نکالتے ہیں، جن میں اسلام فروش ملاّ ڈھول باجے کی تھاپ پر نعتیں پڑھتے ہیں۔ ریڈیو اور ٹی وی پر بے پردہ اور بے حیا عورتیں نعت رسول مقبول ﷺ پڑھ کر اپنے مسلمان ہونے اور محبّ رسول ہونے کے دعوے پیش کرتی ہیں حالانکہ مسلمان عورت پر پردہ لازم ہے۔ان کا یوں بے پردہ ہو کر گھروں سے نکلنا احکام اسلام کی کھلی خلاف ورزی ہے۔عورت کی تو آواز بھی اسلام میں ایک حد تک ستر میں داخل ہے، مگر یہ نعت خوان عورتیں اپنے اس ستر کو فروخت کرتی پھرتی ہیں۔اسی طرح بہت سے نام نہاد داڑھی منڈے اور بے نمازی مرد بھی نعت خوانی کے ذریعے اپنے پیٹ کا جہنم بھرتے ہیں۔ یہ لوگ اس عید میلاد میں جا بجا نعتیں پڑھتے اور نذرانے وصول کر کے اپنا کاروبار چلاتے ہیں، لیکن جب نمازوں کا وقت آتا ہے تو یہ نعت خوان ایک طرف اکٹھے ہو کر پان کھاتے اور سگریٹیں پھونکتے ہیں۔اگر آج مسلمانان عالم اس بدعت قبیحہ سے باز آ جائیں تو ان عورتوں اور مردوں کا یہ کاروبار ہمیشہ کیلئے ختم ہو جائے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ایک بدعت اپنے جلو میں ہزاروں برائیاں رکھتی ہے اور ایک سنت اپنے جلو میں لاکھوں بھلائیاں رکھتی ہے۔عید میلا د النبی ﷺ کے غلط ہونے کی ایک تاریخی دلیل یہ بھی ہے کہ ۱۲ ربیع الاول آنحضرت ﷺ کی پیدائش کا دن نہیں بلکہ صحیح ترین تحقیق کے مطابق آپ ﷺ کی تاریخ پیدائش ۹ ربیع الاول ہے۔اس بات کی وضاحت سیرت النبی ﷺ میں مولانا شبلی نعمانی رحمہ اللہ نے

بہت اچھی طرح کی ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ ۱۲ ربیع الاول کو خوشیاں منانے والے نبی ﷺ کی پیدائش کی خوشیاں نہیں مناتے بلکہ آپ کی وفات پر خوشیاں مناتے ہیں، کیونکہ تمام اہل سنت مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ۱۲ ربیع الاول کو نبی ﷺ نے وفات پائی تھی۔

برادارنِ اسلام! ذرا غور فرمائیے، ہم کس قدر شقی القلب ہیں کہ نبی ﷺ کی وفات کے دن خوشیاں مناتے، جلوس نکالتے اور ناچتے گاتے ہیں۔ کیا اسی کا نام محبتِ رسول ﷺ ہے؟ للہ یہ کم علمی کی انتہاء نہیں تو پھر اور کیا ہے؟ یہ جہالت اور نادانی کی انتہا نہیں تو اور کیا ہے؟ کہ ہم نبی ﷺ کی وفات کے دن عید منایا کرتے ہیں۔

برادرانِ اسلام! ہوش وخرد کی دنیا میں آیئے اور تحقیق کیجیئے کہ کس دشمن نے آپ کو اس غلط راہ پر لگایا؟ وہ کون ظالم تھا جس نے آپ کو الٹا سبق پڑھایا؟ وہ لوگ کون ہیں جو آپ کو غلط راستے پر لے جانا چاہتے ہیں؟ یہ لوگ یہ مدعیانِ عید میلاد النبی ﷺ کن کے گماشتے اور وظیفہ خوار ہیں کبھی آپ نے غور فرمایا؟ اگر نہیں غور کیا تو آیئے اور تحقیق کی دنیا میں ہمارے شانہ بشانہ چلیئے ہم ان شآء اللہ آپ کو صحیح راستہ دکھائیں گے۔ چنانچہ ملاحظہ فرمائیے تاریخ ابتدائے بدعتِ میلاد النبی ﷺ جسے میں مولانا کرم الدین صاحب سلفی کے کتابچہ "ولادتِ با سعادت اور ربیع الاول" سے نقل کر رہا ہوں۔

مجالس میلاد کی ایجاد کی تاریخ:

میلاد النبی ﷺ کی مجالس ومحافل اور اس کا جشن سب سے پہلے ساتویں صدی ہجری کے شروع تقریباً ۶۰۴ میں منایا گیا۔ [1]

اس کا اول موجد ابوسعید کوکبری بن ابی الحسن علی بن بکتگین بن محمد المقلب الملک المعظم مظفر الدین صاحبِ اربل (موصل) المتوفی ۱۸ رمضان ۶۳۰ھ ہے۔ یہ بادشاہ ان

[1] ابن خلکان ص ۳۸۱

محفلوں میں بے دریغ پیسہ خرچ کرتا اور آلاتِ لہو ولعب کے ساتھ راگ رنگ کی محفلیں منعقد کرتا تھا۔ مولانا رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں:

(وقد صرح اهل التاريخ بانه يجمع اصحاب الملاهى والمزامير فى هذا العمل ويسمع الغناء واصوات اللهو ويرقص بنفسه ومن حوله كذالك فلا شك فى فسقهٖ وضلالته فكيف يستند بعض مثله ويعتمد على قوله) [1]

"اہل تاریخ نے صراحت کی ہے کہ یہ بادشاہ بھانڈوں اور گانے والوں کو جمع کرتا اور گانے کے آلات سے گانا سنتا اور خود ناچتا اور اسکے ارد گرد والے لوگ بھی ناچتے۔ ایسے شخص کے فسق اور گمراہی میں کوئی شک نہیں ہے۔ اس جیسے کے فعل کو کیسے روا اور اس کے قول پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے؟"

مختصر کیفیت اس فسق کی اور ایجاد اس بدعت کی یہ ہے کہ مجلس مولود کے اہتمام میں بیس قبے لکڑی کے بڑے عالیشان بنواتا اور ہر قبہ میں پانچ پانچ طبقے ہوتے۔ ابتداء صفر سے ان کو مزیّن کیا جاتا، ہر طبقہ میں ایک ایک جماعت راگ گانے والوں، ٹپہ خیال گانے والوں اور باجے کھیل تماشے ناچ کود کرنے والوں کی بٹھائی جاتی اور بادشاہ مظفر الدین خود مع اراکین و ہزار ہا مخلوقِ قرب و جوار کے ہر روز ان قبوں اور طبقوں میں جا کر ناچ رنگ وغیرہ سن کر خوش ہوتا اور خود ناچتا۔ پھر اپنے قبہ میں تمام رات راگ رنگ اور لہو ولعب میں مشغول رہتا اور قبل دو روز یوم مولد کے اونٹ گائیں، بکریاں بے شمار طبلوں اور آلات گانا ولہو کے ساتھ جتنے اس کے یہاں تھے نکال کر میدان میں ان کو ذبح کرا کر ہر قسم کے کھانوں کی تیاری کروا کر اہل مجالسِ لہو کو کھلاتا اور شب مولود کو کثرت سے قلعہ میں راگ گواتا تھا۔ چنانچہ تاریخ ابن خلکان میں ہے:

---

[1] فتاویٰ رشیدیہ ص: ۱۳۲

(فاذا کان اول صفر زینوا تلک القباب بانواع الزینة الفاخرة المتجملة وقعد فی کل قبة جوق من المغانی وجوق من ارباب الخیال ومن اصحاب الملاهی)

وایضاً فیه:(فکان مظفر الدین ینزل کل یوم بعد صلوٰۃ العصر ویقف علی قبة قبةٍ الی اخرها ویسمع غناء هم ویتفرح علی خیالاتهم) وایضاً فیه:

(فاذا کان قبل المولد بیومین اخرج من الابل والبقر والغنم شیئاً کثیراً زائداً عن الوصف وزفها بجمیع ما عنده من الطبول والمغانی والملاهی حتی یاتیها الی المیدان ثم یشرعون فی نحرها وینصون القدور ویطبخون الالوان المختلفة فاذا کان لیلة المولد عمل السماعات بعد ان یصلی المغرب فی القلعة) ❶

موجودہ دور میں ان محفلوں میں ٹوسٹ ناچ، بھنگڑا ناچ، بھنگڑے اور آلاتِ موسیقی کے گانوں کی دھنوں پر لوگ رقصاں ہوتے ہیں اور زرق برق لباس کے ساتھ مردوزن کا اختلاط (میل ملاپ) ہوتا ہے حالانکہ نبی ﷺ نے گانے ختم کرنے اور آلاتِ موسیقی توڑنے مٹانے کا حکم دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَمَرَنِیْ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ بِمَحْقِ الْمَعَازِفِ وَالْمَزَامِیْرِ)) ❷

''اللہ تعالیٰ نے مجھے ان آلات لہوولعب کے مٹا دینے کا حکم دیا ہے جو ہاتھ سے بجائے جاتے ہیں اور جو منہ سے (باجے وغیرہ) بجائے جاتے ہیں۔'' ❸

---

❶فتاویٰ رشیدیه ص ۱۳۲، تاریخ ابن خلکان ص۴۳۷ طبع قدیم ملخصاً

❷مشکوٰۃ جلد دوم ص۳۱۸

❸ گانا وموسیقی کے حرام ہونے کے دلائل کی تفصیل کیلئے دیکھیئے ہماری کتاب ''سازوآواز یا گانا وموسیقی'' مکتبہ کتاب وسنّت، ریحان چیمہ، مدرسہ اصلاح المسلمین بہاروتوحید پبلیکیشنز، بنگلور (انڈیا)

محفل میلاد کے جواز کا فتویٰ دینے والا اور اس کے لیئے مواد جمع کرنے والا ایک دنیا پرست جھوٹا اور بے دین آدمی تھا۔ بادشاہ نے اس کے صلہ میں اس کو ایک ہزار اشرفی انعام دی تھی۔ ❶ اس کا نام ابوالخطاب عمر بن الحسن المعروف بابن دحیۃ الکلبی متوفی ۶۳۳ھ ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

(قال ابن النجار رایت الناس مجتمعین علی کذبه و ضعفه) ❷

''ابن نجار کہتے ہیں کہ میں نے تمام لوگوں کو اس کے جھوٹ اور ضعیف ہونے پر متفق پایا ہے۔''

وہ مزید لکھتے ہیں:

(کثیر الوقیعة فی الائمة وفی السلف من العلماء خبیث اللسان احمق شدید الکبر قلیل النظر فی امور الدین متهاونا) ❸

''وہ آئمہ دین اور سلف صالحین کی شان میں گستاخی کرنے والا اور خبیث زبان والا تھا، بڑا احمق اور متکبر تھا اور دین کے کاموں میں بڑا بے پرواہ اور سست تھا۔''

(۳) آخری بدھ (چہار شنبہ):

ماہ صفر کے آخری بدھ کو برصغیر کے بہت سے مسلمانوں کے ہاں خوشیاں منائی جاتی ہیں، کارخانے بند رہتے ہیں اور مٹھائیاں تقسیم کی جاتی ہیں۔ کچھ عورتیں اس دن بہت زیادہ اہتمام کرتی ہیں، مٹی کے بنے ہوئے چولہے اور مٹی کے دیگر برتن اس دن توڑتی ہیں۔ اسی طرح کچھ جگہوں پر عورتیں پرانی چوڑیاں بھی توڑتی ہیں، پھر نئے لباس پہنے جاتے ہیں،

❶ ابن خلکان ص ۳۸۱

❷ لسان المیزان جلد چهارم ص ۲۹۵

❸ لسان المیزان جلد چهارم ص ۲۹۶

گھروں کو رنگ و روغن کرایا جاتا ہے۔ مٹھائیاں کھائی جاتی ہیں۔ جن لوگوں سے پوچھا جاتا ہے کہ یہ خوشی کس بات کی منائی جا رہی ہے؟ جواب ملتا ہے کہ آج کے دن رسول اللہ ﷺ مرض سے شفایاب ہوئے تھے، یہ سب اہتمام اس شفایابی کی خوشی میں ہے جبکہ حدیث و تاریخ کی کسی روایت سے اس بات کی نشاندہی اور تصدیق نہیں ہوتی کہ آپ ﷺ ماہ صفر کے آخری بدھ کو کسی مرض سے شفایاب ہوئے بلکہ اس کے برعکس تاریخ طبری میں یہ روایت صراحتاً موجود ہے کہ آپ ﷺ صفر کے آخری ایام میں حجۃ الوداع کے بعد مرض الموت میں مبتلا ہوئے تھے۔ اس تاریخی اور مصدقہ روایت سے یہ ثابت ہوا کہ آخری بدھ کو خوشیاں منانے والے اور مٹھائیاں تقسیم کرنے والے درحقیقت رسول اللہ ﷺ کے دشمن ہیں کہ آپ ﷺ کی بیماری جن ایام میں شروع ہوئی، اس پر خوشیوں کا اہتمام کرتے ہیں۔ کچھ دیر کے لئے اگر ان افراد کی یہ دلیل مان بھی لی جائے تو اس بات کا شریعت میں کہاں سے جواز نکلتا ہے؟ اور اگر امتی کیلئے اپنے نبی کی مرض سے شفایابی پر سالانہ اظہار خوشی لازم و ملزوم ہے تو ابتدائے مرض پر سالانہ غم و افسوس کا اظہار کیوں نہیں کیا جاتا؟ یہ کیا تقاضائے محبتِ رسول ﷺ کے منافی ہے؟ الغرض کہ آخری بدھ کا تہوار ایک بدعت کے سوا کچھ نہیں جسے شریعت سازوں نے بغیر کسی دلیل کے ازخود ایجاد کر لیا ہے۔ اور یہ بدعت صرف برصغیر ہی میں محدود ہے۔ اس کی یہ محدودیت بھی اس کے بدعت ہونے کی دلیل ہے کہ عرب جہاں دین نازل ہوا وہاں تو آخری بدھ کا تہوار منانے والا کوئی نہیں اور برصغیر میں جہاں دین ایک عرصے کے بعد آیا وہاں ایسی ایسی رسومات ایجاد کر لی گئی ہیں کہ گویا دین شاید یہیں کہیں نازل ہوا تھا، جبھی تو یہاں کے لوگ ایسی ایسی رسومات انجام دیتے ہیں جن کی ہوا بھی عرب والوں کو آج تک نہیں لگی۔

(٤) شب معراج [1]

رجب کی ۲۷ویں شب کو برصغیر کے مسلمانوں کی اکثریت شب معراج نامی تہوار مناتی ہے۔کہا جاتا ہے کہ آج کی شب نبی اکرم ﷺ کو معراج ہوئی تھی جبکہ طبقات ابن سعد میں معراج سے متعلق دو روایتیں ہیں:

① پہلی ابوبکر بن عبداللہ بن ابی سرہ وغیرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے رب سے درخواست کیا کرتے تھے کہ وہ آپ کو جنت و دوزخ دکھائے۔ہجرت سے اٹھارہ مہینے قبل جب ۱۷ رمضان یوم شنبہ کی شب ہوئی اور رسول اللہ ﷺ اپنے مکان میں تنہا سو رہے تھے تو جبرائیل و میکائیل علیہما السلام آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ وہاں چلیئے جس کی آپ نے اللہ سے درخواست کی تھی۔''

② دوسری روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے مروی ہے کہ ہجرت سے ایک سال قبل ۱۷ ربیع الاول کی شب رسول اللہ ﷺ کو شعب سے بیت المقدس تک لے جایا گیا۔ [2]

علاوہ ازیں تمام ہی کتبِ احادیث میں واقعہ معراج موجود ہے۔لیکن اس بات کی وضاحت کہیں بھی نہیں کہ معراج کس تاریخ اور کس ماہ کو ہوئی تھی۔معلوم ہوتا ہے کہ یہ تاریخ برصغیر کے ان شریعت ساز افراد نے خود ہی گھڑ لی ہے جو یہاں پر بدعات کے موجد اور ان کے بانی مبانی ہیں۔پھر تاریخ گھڑنے کے ساتھ ساتھ ایک نئی رسم بھی اس شب میں ادائیگی نوافل کی صورت میں شروع کی گئی جو ہنوز جاری ہے،حالانکہ کسی حدیث میں اس بات کا اشارۃً بھی ثبوت نہیں ملتا کہ آپ ﷺ نے معراج کے بعد شب معراج منائی ہو۔اپنی مسجد پر چراغاں فرمایا ہو،محفل وعظ کا انعقاد کیا ہو اور بطور خاص نوافل ادا فرمائے ہوں۔تو پھر سوال یہ ہے کہ

---

[1] شبِ براءت وشبِ معراج کے کونڈے اور چراغاں وغیرہ کی تفصیلات کیلئے دیکھیئے ہماری کتاب ''بدعاتِ رجب وشعبان'' جو کہ مکتبہ کتاب وسنت (سیالکوٹ) سے شائع ہو چکی ہے۔ وَ لِلّٰہِ الْحَمْدُ

[2] طبقات ابن سعد جلد اول ص ۳۱۲، ۳۱۳

جب شارع علیہ السلام نے اس شب کی نہ تو کوئی فضیلت بیان فرمائی نہ اہتمام نوافل فرمایا، تو ہم یہ سارے کام کس دلیل کے تحت کریں؟ کس فرد کو حق تعالیٰ نے یہ اختیار دیا ہے کہ وہ اپنے طور پر شریعت میں رخنہ اندازیاں کرے؟ مختلف قسم کی عبادات ایجاد کرے؟

ہمارے کچھ احباب کہتے ہیں کہ ''چھوڑیئے صاحب! آخر اس میں حرج ہی کیا ہے؟ آخر لوگ عبادت ہی تو کر رہے ہیں کوئی بُرا فعل تو نہیں کر رہے ہیں۔'' میں جواباً عرض کرتا چلوں کہ فی الواقع عبادت الٰہی ایک امر عظیم ہے۔ مگر عبادت صرف وہی ہے جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً و فعلاً ثابت ہے، ہمیں عبادت کے سلسلے میں اس بدّو کا اسوہ پیش نظر رکھنا چاہیئے جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ عمل دریافت کیا جو جنت کی طرف رہنمائی کرتا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایمان باللہ و بالرسول کے ساتھ نماز، روزہ زکوٰۃ اور حج کی تلقین فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب سن کر اس نے ان کلمات کی ادائیگی کے ساتھ پشت پھیری: ''اللہ کی قسم! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی باتوں میں نہ زیادتی کروں گا اور نہ کمی کروں گا۔''

اس کا یہ کلام سن کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس کسی کو کوئی جنتی دیکھنا ہو تو وہ اسے دیکھ لے۔'' [1]

اس حدیث اور واقعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مومن و مسلم صرف وہی ہیں جو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات پر عمل کرتے ہیں اس انداز سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات میں اپنی خواہشاتِ نفس کی پیروی کرتے ہوئے نہ تو ردوبدل کرتے ہیں نہ ہی کسی قسم کی کمی بیشی کرتے ہیں اور نہ ہی اپنی مرضی کے مطابق نئے نئے امور ایجاد کرتے ہیں اور انہیں کارِ ثواب جانتے ہیں۔

میں ذاتی طور پر ایسے بہت سے حضرات سے واقف ہوں جو کہ شب معراج کو بڑی رات کہتے ہیں، لیکن ساری رات جوا کھیلتے رہتے ہیں۔ اسی طرح کچھ نام نہاد علماء ہیں کہ اس

[1] بخاری و مسلم بحوالہ مشکوٰۃ

رات کے فضائل و مناقب جو کہ چند صوفیوں نے لکھے ہیں انہیں سنا کر عوام کو اس رات کی عبادت کی رغبت دلاتے ہیں۔ میں اپنے مسلمان بھائیوں کو ایک بار پھر تحقیق کی دعوت دیتا ہوں اور انہیں یہ بتاتا ہوں کہ عبادت فی نفسہ عبادت ہے مگر اسی صورت میں جبکہ یہ مسنون بھی ہو بصورت دیگر یہ بدعت ہے اور ارتکابِ بدعت راہِ جہنم پر چلنے کے مترادف ہے۔

(۵) شب براءت:

شعبان کی پندرھویں رات برصغیر پاک و ہند میں شبِ براءت کے نام سے معروف ہے۔اس دن برصغیر کے مسلمانوں کی اکثریت اپنے گھروں میں حلوہ پکانے کا خصوصی اہتمام کرتی ہے۔ اسی طرح اس رات کو نفلی عبادات کا بھی خصوصی اہتمام انفرادی اور اجتماعی طور پر کیا جاتا ہے۔ حلوہ پکانے اور کھانے کا سبب عموماً یہ بتایا جاتا ہے کہ نبی ﷺ کی سنت ہے، غزوہ اُحد میں جب آپ ﷺ کے دندانِ مبارک شہید ہو گئے تھے تو بوجہ تکلیف آنحضرت ﷺ کھانا کھانے سے قاصر تھے لہٰذا حلوہ تناول فرمایا پس یہ حلوہ شب براءت اسی سنت کی تابعداری میں پکایا اور کھایا جاتا ہے۔ یہی ایک دلیل ہے جسے ہمارے بھولے بھالے سنی بھائی شبِ براءت کے حلوہ پر بطور حجت پیش کرتے ہیں، حالانکہ یہ دلیل ایک جھوٹ ہے، افتراء ہے اور تاریخی اعتبار سے بالکل غلط ہے۔ کیونکہ غزوہ احد شوال میں ہوا تھا نہ کہ شعبان کے مہنیہ میں۔ یہ بات کیوں کر قرینِ عقل ہو سکتی ہے کہ دندانِ مبارک شہید ہوں شوال کے مہینے میں اور حلوہ کھایا جائے شعبان کے مہینے میں؟ وہ بھی خاص پندرھویں شعبان کو۔ معلوم ہوتا ہے کہ اصل فتنہ یہ پندرہ شعبان ہی ہے جس کی فضیلت کے لیئے چند احادیث گھڑی گئی ہیں اور جس کیلیئے حلوہ پکانے کی ایک غلط توجیہہ بیان کی جاتی ہے۔ ذرا سی دیر کیلیئے یہ فرض کر لیتے ہیں کہ حلوہ نبی ﷺ نے تناول فرمایا تھا، مگر اس وقت جبکہ روایت مذکورہ کے مطابق دندان مبارک شہید ہوئے تھے، پس اس حلوے کے کھانے والوں سے گزارش ہے کہ حلوہ کھانے

سے پہلے فی سبیل اللہ دانت شہید کرانا بھی سنت رسول عربی ﷺ ہے۔ لہٰذا پہلے آپ بھی فی سبیل اللہ دانتوں کو شہید کرایئے پھر حلوہ تناول فرمایئے تاکہ آپ کی بیان کردہ روایت کے مطابق سنت پر مکمل طور پر عمل درآمد ہو جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ شب براءت کا ہم سنی مسلمانوں سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے نہ حلوہ پکانے کی بدعت کا اور نہ نوافل پڑھنے کی رسم کا۔ اس بدعت کے موجد شیعہ رافضی حضرات ہیں چودہ شعبان ان کے بارھویں امام مہدی غائب کی پیدائش کا دن ہے، ان کی پیدائش کی خوشی میں رافضی لوگ حلوہ پکاتے، چراغاں کرتے اور پٹاخے وغیرہ پھوڑتے ہیں اور پندرھویں شب جسے شب براءت (یعنی بیزاری کی رات) کہا جاتا ہے۔ اس میں وہ اپنے مہدی منتظر کے نام عرضیاں لکھ کر دریاؤں میں ڈالتے ہیں، قرآنِ مجید سے بیزاری کا اعلان کرتے ہوئے مہدی منتظر سے ان کا قرآن جلد لے کر آنے کی درخواست کرتے ہیں۔ رافضی حضرات نے اپنی اس رسم کو سنیوں میں پھیلانے کے لیئے دندانِ مبارک کی شہادت کے افسانے پھیلائے، نیز ایسی احادیث جن کی اسناد ہی میں غالی قسم کے روافض موجود ہیں، ان کے ذریعے اس شب کے محاسن عام کرادیئے چنانچہ یہ بدعت روز بروز مسلمانوں میں پھیلتی چلی گئی۔ پندرھویں شعبان کی عبادت اگر سنت ہے تو پھر آج بلاد عرب میں یہ سنت کیوں موجود نہیں؟ یہ امر تو تعجب خیز ہے کہ جہاں سنت نے جنم لیا وہاں اسے جاننے پہچاننے والا کوئی ایک بھی نہیں لیکن برصغیر میں اس پر عمل کرنے والے لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں۔

برادرانِ اسلام!

غور و فکر کی راہوں کو اپنایئے، یہ اسلام اللہ کا دین ہے، کوئی گھر کا بنایا ہوا قانون و اصول نہیں ہے کہ ہم ہی بنائیں اور ہم ہی بدل دیں۔ اسلام میں ردوبدل اور اضافہ کا حق اللہ تعالیٰ نے کسی کو بھی نہیں دیا ہے۔

(٦) کونڈے:

رجب ہی کے مہینے میں ۲۲ تاریخ کو برصغیر کے مسلمانوں کی ایک اچھی خاصی تعداد (رافضی حضرات کے علاوہ) حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کے نام پر نیاز میٹھی پوریوں پر دلاتی ہے جو کہ مٹی کے کورے کونڈوں میں رکھ کر کھائی جاتی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ خود حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ جو کوئی ۲۲ رجب کو میٹھی پوریاں پکا کر کورے کونڈوں میں میرے نام کی نیاز دلائے گا تو اس کی جو بھی منت مراد ہوگی وہ بفضلِ اللہ تعالیٰ پوری ہوگی وگرنہ بروز محشر میرا گریبان پکڑ لے۔ امام جعفر صادق رحمہ اللہ سے منسوب یہ روایت اس مشہور داستان میں پائی جاتی ہے جسے ''لکڑ ہارے کی کہانی'' اور ''فسانۂ عجائب'' کے عنوان سے معنون کیا جاتا ہے۔ میں اس کہانی کی تفصیل میں نہیں جاؤں گا (جسے یہ داستان پڑھنی ہو وہ کونڈوں کی حقیقت نامی کتابچہ پڑھ لے [1]) لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ:

① یہ قول جو امام جعفر صادق رحمہ اللہ سے منسوب کیا گیا ہے صد فیصد جھوٹا قول ہے اور جھوٹا اس لیئے کہ وہ بدعتی نہیں تھے۔ شریعتِ الٰہیہ میں اپنی جانب سے اضافہ کرنے والے نہیں تھے، اور نہ ہی انہیں اس بات کا اختیار دیا گیا تھا۔ وہ نواسۂ رسول ﷺ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پوتے تھے۔ نبیٔ رحمت ﷺ کی لختِ جگر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد سے تھے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ قول سن رکھا تھا:

((مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَالَیْسَ مِنْهُ فَهُوَرَدٌّ)) [2]

''جس کسی نے بھی ہماری اس شریعت میں کوئی نیا کام ایجاد کیا تو وہ امر مردود ہے نامقبول ہے۔''

② دوسری بات یہ کہ رجب کی ۲۲ تاریخ کا امام جعفر صادق سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ

---

[1] تالیف مولانا فضل الرحمٰن ازہری، لاہور۔

[2] بخاری، مسلم، ابو داؤد، ابن ماجہ، صحیح الجامع: ۵۹۷۰

تاریخ نہ تو ان کی پیدائش کی تاریخ ہے اور نہ ہی ان کی وفات کی تاریخ ہے۔ نذر و نیاز تو بالخصوص انہی تاریخوں میں ہوتی ہے۔

③ تیسری بات یہ کہ نذر و نیاز اور فاتحہ خوانیاں کرنے والے کبھی کسی زندہ کی نذر و نیاز اور فاتحہ کرتے ہی نہیں ہیں، لہٰذا امام جعفر صادق کے ساتھ ایسا کیوں کر ہوا کہ ان لوگوں نے ان کے نام کی نذر و نیاز ان کی زندگی میں ہی شروع کر دی۔

برادرانِ اسلام! یہ ایک دل خراش حقیقت ہے کہ ۲۲ رجب نبی ﷺ کے برادرِ نسبتی کاتبِ وحی اور صحابیِ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا یوم وفات ہے۔ ان کی وفات کے دن رافضی حضرات خوشی کا اہتمام کرتے ہیں، گھروں پر رنگ و روغن کراتے ہیں اور میٹھی خستہ پوریاں پکا کرانہیں کونڈوں میں رکھ کر اس نقطۂ نظر سے کھاتے ہیں کہ آج کے دن معاویہ رضی اللہ عنہ کا کونڈا ہوا۔ (یعنی ان کی وفات ہوئی) یہ امر کس قدر افسوسناک ہے کہ برادرانِ اہل سنت کی ایک بڑی تعداد دشمن کی پھیلائی ہوئی خانہ زاد جھوٹی روایات کے جال میں پھنس کر ایک صحابیِ رسول ﷺ کی وفات کے دن خوشیاں منا رہی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے کہ جب سے تحقیق کا دامن ہم سے چھوٹا ہے جہالت نے ہمیں یرغمال بنا لیا ہے۔ اب ہم ہیں اور باپ دادے کی اندھی تقلید ہے۔ جب کبھی حقیقت احوال سنانے کا موقع ملا تو جواباً یہی سنا کہ کیا ہمارے باپ دادا غلط تھے؟ ہم تو وہی کچھ کریں گے جو کہ وہ کیا کرتے تھے۔

④ رجب کے کونڈے صرف برصغیر ہی کے علاقے میں کیئے جاتے ہیں حالانکہ روایت کردہ داستان کے مطابق اس رسم کے ادا کرنے والوں کا مدینہ منورہ میں پایا جانا ضروری ہے لیکن مدینہ منورہ کی ساڑھے چودہ سو برس کی تہذیبی، تمدنی اور ثقافتی تاریخ میں کہیں بھی اس رسم کا ذکر نہیں ملتا۔

⑤ ایک بات یہ بھی کہ اگر امام جعفر صادق رحمہ اللہ کا قول سچا ہے تو پھر دوسروں سے بڑھ

کر ان کی اولاد کو خصوصاً موسیٰ کاظم، علی رضا، محمد تقی اور حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہم کو تو ہر سال کونڈے بھرنے چاہیئے تھے مگر ان صاحبان میں سے کسی ایک بزرگ سے بھی ثابت نہیں کہ انہوں نے اس بدعت کا ارتکاب کیا ہو۔ اربابِ بصیرت کیلئے یہ نکتے کی بات ہے کہ جس رسم کو آج ان کے نام لیوا بڑی دھوم دھام سے مناتے ہیں وہ ان بزرگوں سے بھی ثابت نہیں جن کے ناموں سے ان کا مذہب عبارت ہے۔

⑥ علاوہ ازیں امام جعفر صادق رحمہ اللہ سے موسوم اور منسوب فرقے کے افراد جو کہ ایران و عراق اور مصر و شام وغیرہ میں پائے جاتے ہیں، ان کی تہذیبی، تمدنی اور ثقافتی تاریخ میں یہ رسم کہیں بھی نہیں پائی جاتی ہے۔ اس رسم کو برصغیر میں غالی رافضیوں نے چودھویں صدی ہجری کے دوران ہی ایجاد کیا ہے۔ حُبِّ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دعویدار سنی بھائیوں کو یہ بدعت فوراً چھوڑ دینی چاہیئے۔

(۷) رسوماتِ محرّم: [1]

ماہ محرم میں بالخصوص برصغیر پاک و ہند کے علاقوں میں بہت سی بدعات اپنائی جاتی ہیں، جن میں محرم کا چاند نظر آتے ہی سیاہ لباس پہننا، سیاہ جھنڈے بلند کرنا، مجالس شہادت منعقد کرنا، نوحے اور مرثیئے پڑھنا، چولہے اوندھے کر دینا، عورتوں کا بدن سے زیورات اتار دینا، ماتمی جلوس نکالنا، زنجیروں اور چھریوں سے خود کو زخمی کرنا، تعزیئے اور تابوت بنانا، پٹہ کھیلنا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور دیگر شہداء کی نیاز کا شربت بنانا، پانی کی سبیلیں لگانا، کھچڑا پکانا، عاشورۂ محرم کے دوران خوشی کی تقاریب شادی وغیرہ نہ کرنا اور شہادت کا سوگ ہر سال منانا وغیرہ شامل ہیں۔

[1] اس موضوع کی تفصیل کیلئے دیکھیئے ہماری کتاب ''ماہِ محرم اور تذکرہ چند بدعات کا'' مطبوعہ مکتبۂ کتاب وسنّت، ریحان چیمہ۔

واضح رہے کہ ان بدعات کے مرتکب افراد ان تمام کاموں کو باعث ثواب جان کر انجام دیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ان امور میں سے اگر کوئی ایک امر بھی ان سے خطا ہو گیا تو مذہب ہی ہاتھ سے جاتا رہا۔اس کی مثال تعزیہ بنانے والے حضرات سے دی جا سکتی ہے۔ان کی ایک بڑی تعداد مشرک و بدعتی اور بے نمازی و بے روزہ دار ہے،لیکن انہیں اس بات کی مطلق فکر لاحق نہیں ہوتی کہ فرائضِ اسلام ترک کر دینے پر یہ اللہ کے سامنے کیا جواب دیں گے لیکن تعزیہ بنانے کی فکر انہیں ماہ محرم کی آمد سے بہت پہلے لگ جاتی ہے۔جو تعزیہ پشتہا پشت سے ان کے ہاں بنتا چلا آ رہا ہے وہ ہر حال میں بنے گا جبکہ نہ وہ فرائضِ اسلام میں داخل ہے اور نہ سنتِ رسول ﷺ ہے اور نہ طریقِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہے نہ مزعومہ آئمۂ اربعہ سے اس کا جواز ثابت ہے نہ بزرگانِ دین سے یہ رسم قبیح ثابت ہے۔صرف تعزیہ ہی کیا محرم کی رسومات میں سے ایک بھی رسم ایسی نہیں جو کہ قرآن و حدیث سے ثابت ہو پھر کیوں کر نہ کہا جائے کہ یہ رسومات سراسر بدعات ہیں اور ان کے مرتکب دوزخی ہونے کے خطرے میں مبتلا ہیں،جب تک کہ ان بدعات سے توبہ نہ کر لیں۔

برادرانِ اسلام! میرے مخاطب صرف اور صرف میرے وہ سنی مسلمان بھائی ہیں جو کہ بدعات کے جھمیلوں میں گھرے ہوئے ہیں۔رسوماتِ محرم کے نام سے جو بدعات میں نے سابقہ سطور میں ذکر کی ہیں ان میں اس بات کا بالخصوص التزام کیا ہے کہ وہ بدعات گنی جائیں جن میں سنی بھائی لاعلمی،کم عقلی اور جہالت کے سبب مبتلا ہو گئے ہیں۔کسی دوسرے مکتبۂ فکر پر اس تحریر کو اعتراض نہ سمجھا جائے۔بہت سے سنّی بھائی بہن رافضی حضرات کی دیکھا دیکھی اور کچھ ان کے وسیع پروپیگنڈے کا شکار ہو کر مذکورہ بالا بدعات کا ارتکاب کیا کرتے ہیں۔جاہل سنی گھرانوں میں محرم کی دس تاریخ کو چولہے اوندھے کر دیئے جاتے ہیں۔نو بیاہی عورتیں عاشورہ اپنے اپنے میکے میں گزارتی ہیں،شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کے غم میں زیورات کا پہننا ترک

کر دیتی ہیں۔ عاشورہ کے جلوس میں روافض کے جلوس سے آگے سنی عوام کے تعزیوں کا جلوس ہوتا ہے، اسی طرح ان کے جلوس کے پیچھے سنیوں کا ماتمی جلوس ہوتا ہے جس میں پٹہ بازی اور منہ سے آگ نکالنے اور تلوار بازی وغیرہ کے تماشے کیئے جاتے ہیں۔ کچھ سنی با قاعدہ ماتم شہداء بھی کرتے ہیں۔ تعزیوں پر علم چڑھائے جاتے ہیں، ان کے نیچے سے بچوں اور بیماروں کو گزارا جاتا ہے جبکہ یہ رسم بت پرستی سے کسی طرح کم نہیں۔ سب سے زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ جو لوگ کربلا کا فسانہ اور شہید مظلوم کی خودساختہ داستانیں اور ان پر پانی بند ہونے کے جھوٹے قصے سنتے سناتے ہیں، وہی محرم کے مہینے میں شربت کے مٹکے اور کھچڑے کی دیگیں کھا پی کر اپنی توندیں بڑھا رہے ہیں، حالانکہ ان کے دلوں میں اگر ان بزرگوں کی محبت ہے تو انہیں بھی یہ دن بھوکے اور پیاسے رہ کر گزارنا چاہیئے تھا۔ اسی طرح ان کے بیان کردہ افسانوں کے مطابق انہیں عاشورہ محرم کے دوران شادیاں بھی کرنی چاہئیں جیسا کہ قاسمؓ کی مہندی خود انہی کے بقول کربلا کے میدان میں شب عاشورہ میں لائی گئی تھی۔ (عقل کے اندھوں کو یہ بھی نہیں معلوم کہ دولہا اور دلہن کی رسم مہندی ایک خالصتاً ہندی رسم ہے عرب علاقوں میں آج بھی مہندی نام کی کوئی رسم نہیں پائی جاتی) اس مہندی کے سلسلے میں ملیدہ بنتا ہے جو سنی جہلاء تعزیوں پر چڑھاتے ہیں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور دیگر شہداء جو کربلا کے میدان میں خود ان روافض ہی کے ہاتھوں قتل ہوئے اپنے مظلومانہ قتل کے سبب شہید کہلائے جاتے ہیں۔ قرآن وحدیث کے نصوص کی رو سے شہداء کو حق تعالیٰ حیات جاودانی عطا فرماتا ہے۔ اسلام میں کسی بھی شخص کی موت یا شہادت پر تین دن سے زیادہ کا سوگ نہیں ماسوا بیوہ عورتوں کے، وہ اپنے خاوندوں کی اموات وشہادت پر چار ماہ دس کا سوگ کرتی ہیں پھر اس سوگ کا ہر سال اعادہ نہیں کرتیں مگر ہمارے نادان سنی بھائی ہر سال رافضی حضرات کی دیکھا دیکھی شہدائے کربلا کا سوگ مناتے

ہیں حالانکہ اگر اسلام میں ہر سال ایام مخصوصہ میں سوگ منانا جائز ہوتا تو پھر ہم وفاتِ مصطفٰے ﷺ کا سوگ مناتے کہ دنیا میں مسلمانوں پر اس غم سے بڑھ کر نہ تو کوئی غم آیا ہے اور نہ آئے گا۔ لیکن اس امر کی چونکہ اسلام میں کوئی گنجائش و رخصت نہیں لہٰذا ہم اس غم کی سال بہ سال برسی نہیں مناتے۔

علاوہ ازیں بہت سے سنی مسلمان اس ماہ میں رافضی حضرات کی دیکھا دیکھی اپنے بچوں کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا فقیر بناتے ہیں۔ انہیں کلاوے پہنائے جاتے ہیں۔ پھر وہ بچے دردر جا کر بھیک مانگتے ہیں، پھر اس بھیک کی رقم سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی فاتحہ دلائی جاتی ہے۔ یہ رسم بھی بدعت ہے۔ اگر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا فقیر بنانا از روئے شریعت جائز ہوتا تو زین العابدین اپنے بیٹے باقر کو اور باقر اپنے بیٹے جعفر کو اور جعفر اپنے بیٹے موسیٰ کاظم کو اور موسیٰ کاظم اپنے بیٹے علی رضا کو اور علی رضا اپنے بیٹے محمد تقی، اپنے بیٹے علی نقی اور اپنے بیٹے حسن عسکری کو ضرور عباس رضی اللہ عنہ کا فقیر بناتے کہ یہ لوگ ان کے قرابت دار اور اولاد ہونے کے ناطے ان امور کو انجام دینے کے واقعتاً مستحق تھے۔ رسوماتِ محرم صرف بدعت ہی نہیں بلکہ شرک کے زمرے میں بھی آتی ہیں۔

مرگ ومقابر سے متعلقہ بدعات

(۸) گیارھویں:

ربیع الثانی کی ۱۱ تاریخ کو برصغیر میں بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے سنی مسلمان بڑے پیر صاحب یعنی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے نام کی فاتحہ بریانی کی دیگوں پر دلاتے ہیں۔ بریانی کے گوشت کیلئے چند گیارھویں پرست بڑے پیر صاحب کے نام کا دُنبہ یا بکرا بھی پالتے ہیں جو ۱۱ ربیع الثانی کو ان کی نیاز کیلئے ذبح کیا جاتا ہے۔ نیز محافلِ گیارھویں شریف اس کے علاوہ ہوتی ہیں جب دین فروش مُلّا گیارھویں کے وعظ بیان کرتے ہیں اور حضرت عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کو مقامِ عبدیت سے اٹھا کر مقامِ ربوبیت والوہیت پر بیٹھا دیتے ہیں اگر کوئی مخلص موحد مسلمان لوگوں کو اس رسم سے بدعت کہہ کر منع کرتا ہے تو گیارھویں کرنے والے اسے وہابی اور غیر مقلد کہہ کر اس کی بات سننے اور ماننے سے انکار کر دیتے ہیں، حالانکہ یہ لوگ جن کے نام کی گیارھویں کھاتے اور وعظ کی مجلس برپا کرتے ہیں وہ خود وہابی تھے اور عقیدۃً حنبلی تھے جو کہ تقریباً غیر مقلد ہی ہوتے ہیں، پھر دوسری بات یہ کہ وہ ان کے امام مزعوم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے کٹر مخالف تھے۔ اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''غنیۃ الطالبین'' میں انہوں نے فرقۂ حنفیہ کو مرجیۂ کی ایک شاخ بتایا ہے اور پھر ان کے امام اور فرقے پر تنقید کرتے ہوئے امام اور فرقہ دونوں کو گمراہ قرار دیا ہے کسی کو ہماری بات کی تصدیق کرنی ہو تو وہ غنیۃ الطالبین کا مطالعہ کرے۔ [1] چنانچہ حنفی حضرات کو اپنے امام کی حمایت میں یا گیارھویں چھوڑ دینی چاہیئے یا پھر گیارھویں والے پیر کی حمایت میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید چھوڑ دینی چاہیئے۔

گیارھویں کی یہ رسم نہ صرف بدعت ہے بلکہ شرک بھی ہے، کیونکہ اس میں غیر اللہ کے نام پر جانور پالا اور ذبح کیا جاتا ہے۔ اگر چہ بوقت ذبیحہ نام اللہ ہی کا پکارا جاتا ہے

[1] مطبوعہ اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی صفحہ نمبر ۱۹۳ تا ۲۰۴۔

لیکن نیت تو دل میں یہی ہوتی ہے کہ یہ پیران پیر کی نیاز کا ہے۔لہٰذا باوجود تکبیر پڑھ کر ذبح کرنے کے یہ جانور حرام ہی رہتا ہے اور دلیل اس کے حرام ہونے کی فرمانِ رسول ﷺ ((اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ)) [1] ہے یعنی ''اعمال کا دارومدار نیت پر ہے''۔ چنانچہ ہجرت جیسے عظیم فعل کے بارے میں فرمایا کہ جس کی ہجرت خالصتاً اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خاطر تھی پس اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی خاطر ہجرت کہلائے گی اور جس کسی نے دنیا یا کسی عورت کے سبب ہجرت کی تو وہ ہجرت ان ہی چیزوں کی طرف ہجرت کہلائے گی اللہ کی طرف سے ایسی ہجرت پر کوئی اجر نہیں، بالکل یہی معاملہ غیر اللہ کے ذبیحے کا ہے، اگرچہ اس پر ذبح کے وقت ((بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ)) کہہ کر ہی چھری پھیری گئی لیکن نیت یہ تھی کہ اس کو گیارھویں کے موقع پر بڑے پیر صاحب کی نیاز کے لیئے ذبح کیا جارہا ہے، پھر عمل کے ذریعے یہی کام کیا گیا تو ایسا کھانا کیوں کر حلال ہوسکتا ہے؟ جبکہ قرآن مجید کی سورۂ بقرہ آیت: ۱۷۳، سورہ مائدہ، آیت: ۳، سورۃ الانعام آیت: ۱۴۵ اور سورۃ النحل آیت: ۱۴ میں اس قسم کا کھانا کھانے کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے۔

قرآن وحدیث کی تعلیمات سے ایسا کوئی عمل شریعت اسلامی میں جائز اور روا نہیں جو قرآن وحدیث اور سنتِ رسول ﷺ سے متصادم ہو، اگر بزرگوں کے نام کے بکرے ذبح کرنے اور ان کے نام پر فاتحہ خوانیاں جائز ہوتیں تو رسولُ اللہ ﷺ نہ صرف حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی بلکہ ہر نبی کے نام کی نذر و نیاز اور فاتحہ ضرور کرتے اور اس عمل کی تلقین اُمّتِ مُسلمہ کو بھی ضرور فرماتے۔ لہٰذا گیارھویں کو شرک اور بدعت کی جاہلانہ رسم سے زیادہ کچھ اور نہیں سمجھنا چاہیئے۔

(۹) مزارات پر عرس اور میلے:

بزرگان دین اور اولیائے کرام کے مزارات اور مقابر پر عُرس اور میلوں کا سالانہ

[1] صحیح بخاری: ۱

انعقاد کرنا بھی برصغیر کے بدعتی مسلمانوں کے رسم ورواج میں فرائض دین کی مانند شامل وداخل ہے۔ ہر سال جب ان بزرگوں کی تاریخ وفات یا میلا د آتی ہے تو نہ صرف ان کی قبروں بلکہ ان کی چلہ گاہوں پر اور ان کے سلسلوں سے تعلق رکھنے والے افراد کے گھروں پر بھی ان عرسوں کے اہتمام ہوتے ہیں، جن میں قرآن خوانیوں، منقبتوں اور قوالیوں کے ساتھ ساتھ لنگر وتبرک بھی تقسیم ہوتا ہے۔ عرس کی یہ محافل ایک کار ثواب کے طور پر منعقد کی جاتی ہیں۔ جہلاء ان میں ثواب دارین حاصل کرنے کے نقطۂ نظر سے شرکت کرتے ہیں۔ قبروں پر چراغاں ہوتا ہے۔ عود وعنبر اور اگر بتیاں سلگائی جاتی ہیں۔ عقیدت مندوں کی طرف سے چادریں چڑھتی ہیں۔ کچھ قبروں پر غلافِ کعبہ کی مانند نہ صرف غلاف چڑھائے جاتے ہیں بلکہ غسل کعبہ کی طرح انہیں عرقِ گلاب وغیرہ سے غسل دیا جاتا ہے۔ چند قبریں سرکاری سرپرستی میں پوجی جاتی ہیں، غسل دی جاتی ہیں اور وزرائے اعلیٰ واعظم ان ''مقدس ومتبرک محافل'' میں بڑی عقیدت سے شریک ہوکر ان فرائض کو ادا کرتے ہیں۔ اکثر مزارات میں نام نہاد بہشتی دروازے بھی بنے ہوئے ہیں جو عرس کے مواقع پر کھولے جاتے ہیں۔ ان دروازوں سے گذر کر جہلاء سمجھتے ہیں کہ اب ان پر بہشت واجب ہوگئی ہے۔ یہ شیطان نے انہیں الٹا سبق پڑھا دیا ہے۔ اگر یہ لوگ توبہ کیئے بغیر مرے تو ان پر ان نام نہاد بہشت کے دروازوں سے گزرنے کے سبب جنت نہیں بلکہ جہنم واجب ہو جائے گی۔

مسجد حرام جہاں اللہ کا گھر ہے، مسجد نبوی جسے خود اللہ کے رسول ﷺ نے تعمیر کیا ہے، جن کا مقدس ہونا قرآن وحدیث سے ثابت ہے، ان کے دروازوں سے گذرنے والے کے بارے میں یہ ضمانت نہیں ہے کہ اس پر جنت واجب ہو جاتی ہے۔ جب ان مقدس مسجدوں کا یہ عالم ہے تو پھر ان شرک کے اڈوں میں بنے دروازوں کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟

عرس اور میلے جو مزاروں پر منعقد ہوتے ہیں، اسلامی تعلیمات کے بالکل خلاف ہیں۔قبروں پر عمارتیں بنانا، نبی اکرم ﷺ کے فرامین کی صریح خلاف ورزی ہے۔صحیح مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دے کر بھیجا کہ:

''جو قبر اونچی نظر آئے اس کو زمین کے برابر کردو''۔

یہ ترجمۂ حدیث کے الفاظ ہیں۔ ❶ اسی طرح مسند احمد وغیرہ میں ہے:

''نبی ﷺ نے ان لوگوں پر لعنت فرمائی جو قبر پر مسجد بناتے ہیں۔'' ❷

یہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ جو لوگ آج خود کو اہل سنت کہتے ہیں وہی نبی ﷺ کی احادیث اور آپ ﷺ کے حکم کو قابلِ اعتناء لائقِ توجہ اور قابل عمل نہیں سمجھتے۔نہیں معلوم یہ بروز محشر کس منہ سے آپ ﷺ کے سامنے جائیں گے اور کس طور پر آپ ﷺ کی شفاعت کے حقدار بن سکیں گے؟

مزاروں پر عرس اور میلے دراصل دور جاہلیت کی رسم ہے جسے شیطان اور اس کے چیلوں نے پھر سے مسلمانوں کے درمیان پھیلا دیا ہے۔عرب علاقے میں جب اس کا بازار دوبارہ گرم ہونے لگا تو شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی مساعی جمیلہ نے اس شیطانی کاروبار کو وہاں چلنے نہیں دیا چنانچہ شیطان نے برصغیر، ایران وعراق اور ترکی ومصر وغیرہ میں ان مزارات کی صورت میں اپنے اڈے قائم کردیئے ہیں۔آج بندگان الٰہی اپنے الٰہ حقیقی کی عبادت سے بے خبر شیطان کی راہوں پر چلتے ہوئے قبروں کی پوجا، ان پر سجدے کرنے،

❶ پوری حدیث یہ ہے:((عن ابی هیان الاسدی قال قال علی:الا ابعثك علٰی ما بعثنی رسول اللّٰہ ﷺ الّا تدع تمثالاً اِلّا طمّستہٗ ولا قبراً مشرفاً اِلّا سویتہ))(صحیح مسلم،مشکوٰۃ:١٦٩٤)

❷ پوری حدیث یہ ہے:((لعن رسول اللّٰہ ﷺ زائرات القبور والمتّخذین علیها المساجد والسُّرج))(ابو داؤد،ترمذی،نسائی،مسنداحمد،المعجم المفهرس لالفاظ الحدیث ٢/٤٥١ ماده سرج)

چادریں چڑھانے، منتیں ماننے، نذرونیاز کرنے، شفا مانگنے، اولاد مانگنے، فتح مانگنے اور ان ہی سے اپنی حاجتیں مانگنے میں کھو کر رہ گئے ہیں۔ نہ تو انہیں اللہ یاد آتا ہے اور نہ مسجد کی یاد آتی ہے۔ انہیں اگر کچھ یاد آتا ہے تو ہر جمعرات کو درگاہوں، مزاروں اور آستانوں پر حاضریاں دینی یاد آتی ہیں۔ ان سے نماز پنجگانہ چھوٹ سکتی ہے، لیکن جمعرات کو مزار پر حاضری نہیں چھوٹ سکتی۔ لوگ انہیں عقیدت کی جگہیں سمجھتے ہیں اور مزارات میں مدفون بزرگانِ دین کو اپنا فریادرس، غریب نواز، مشکل کشاء، حاجت روا اور دستگیر وغیرہ سمجھتے ہیں، حالانکہ عالم یہ ہے کہ ان مزاروں پر منشیات فروخت ہوتی ہیں، زنا کاری بکثرت ہوتی ہے، ہیجڑے اور کنجریاں عرسوں میں ان مزارات پر اپنے ڈیرے ڈال کر ناچ رنگ کے پروگرام کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ ان مزارات کے احاطوں کے اندر ہوتا ہے، مگر یہ بزرگان دین اس حرام کاری سے لوگوں کو منع کرنے کی قوت نہیں رکھتے پھر یہ کیوں کر ممکن ہے کہ جو اپنے مزار سے ان خرافات کو نہ ہٹا سکتا ہو وہ کسی اور کے بھی کام آسکتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں بھی نیک لوگوں (انبیائے کرام) کی قبور موجود تھیں، مگر آپ ﷺ نے نہ ان قبروں پر پھول چڑھائے، نہ چراغ جلائے نہ ان کو غسل دیا اور نہ ہی ان پر عرس و میلے وغیرہ کروائے، پھر یہ کام ہمارے لیئے کیوں کر جائز ہو گیا؟

مسلمانوں میں الحمدللہ باشعور افراد کی کمی نہیں ہے مگر شیطان نے ایسا چکر چلایا ہے کہ سب توحید بھلادی ہے۔ عقل وخرد سے بے گانہ کردیا ہے۔ جو اسلام سارے ادیان پر غالب آنے کیلیئے آیا تھا آج وہ جمعرات کی حاضریوں میں محدود کردیا گیا۔ وہ مسلمان جن کی پیشانیوں پر اللہ تعالیٰ نے عالم کی حکمرانی کی آیات ثبت کیں آج وہ پیشانیاں قبروں اور آستانوں پر جھکی ہوئی ہیں۔

برادرانِ اسلام! یہ عرس اور یہ میلے قبر پرستی کے سوا اور کچھ نہیں ہیں۔ ہندو بتوں کی پوجا کرتا ہے اور مسلمان قبر کی پوجا کر رہے ہیں کیا فرق رہ گیا؟ سنو مولانا حالی تمہیں نبی ﷺ

کا پیغام سنا رہے ہیں: ؎

بنانا نہ تربت کو میری صنم تم نہ کرنا میری قبر پہ سر کو خم تم
نہیں بندہ ہونے میں کچھ مجھ سے کم تم کہ بے چارگی میں برابر ہیں ہم تم
مجھے دی ہے اس نے بس اتنی بزرگی کہ بندہ بھی ہوں اس کا اور ایلچی بھی

نبی ﷺ کے اس پیغام سے ثابت ہوتا ہے کہ جب قبرِ نبوی سجدہ گاہ نہیں بن سکتی تو پھر دیگر افراد کی قبریں کس کھاتے میں آسکتی ہیں؟

(۱۰) قرآن خوانی:

یہ بدعت بھی برصغیر میں خوب پھیل گئی ہے۔ بعض نام نہاد موحد بھی اس بدعت میں مبتلا نظر آتے ہیں بلکہ بہت سے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی تحریکیں چلانے کے دعویدار ماڈرن قسم کے مفکر و دانشور بھی قرآن خوانی کی محافل میں سپارے ہاتھ میں لیئے ہل ہل کر پڑھتے اور لوگوں کو بخشتے بخشواتے نظر آتے ہیں۔ علاوہ ازیں کچھ لوگوں نے اس بدعت میں اضافہ کرتے ہوئے ایک نئی صورت نکالی ہے وہ یہ کہ محلّہ محلّہ قرآن خوانی کمیٹیاں بنائی گئی ہیں۔ ہر ہفتہ یہ لوگ کسی مخصوص دن (عموماً جمعہ کے دن) برائے حصول خیر و برکت جمع ہو کر قرآن خوانی کرتے ہیں پھر اپنے محلّہ کے مسائل پر گفتگو کرتے اور مباحثے وغیرہ کرتے ہیں۔ اس طرح یہ محفل اختتام پذیر ہوتی ہے یعنی یہ قرآن مجید کے استعمال کی ایک نئی صورت نکلی ہے۔ جس مقصد عظیم کیلئے حق تعالیٰ نے اس بلند مرتبہ کتاب کو نازل فرمایا ہے اسے سورۂ محمد میں اس طرح بیان کیا ہے:

﴿اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا۝﴾

(سورۃ محمد: ۲۴)

''کیا ہوا ان لوگوں کو کہ قرآن مجید میں غور و فکر نہیں کرتے کیا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں؟''۔

اس مقصد عظیم کو تو لوگوں نے پس پشت ڈال دیا ہے اور دوسرے طریقوں سے اس کو استعمال کرنے لگے ہیں۔ جن میں سرفہرست قرآن خوانی ہے یا پھر قسمیں کھانے، نقشے بنانے، تعویذ گنڈہ کرنے، فالیں نکالنے، دولہا و دلہن کو اس کے نیچے سے گزارنے، بیماروں کو اس کی ہوا دینے اور مردوں کو بخشوانے وغیرہ کیلئے استعمال کر رہے ہیں۔ کیا انہی مقاصد کیلئے رب عظیم نے اس کتابِ عظیم کو نازل فرمایا تھا؟ حاشا وکلاّ ہرگز نہیں بلکہ وہ تو اسی قرآن میں ایک اور جگہ فرما رہا ہے:

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ۝﴾

(سورة القمر:١٧، ٢٢، ٣٢، ٤٠)

''ہم نے قرآن کو سمجھنے کیلئے آسان کر دیا پس ہے کوئی اس قرآن سے نصیحت پکڑنے والا''۔

جو لوگ قرآن خوانیوں کے ذریعے مُردے بخشوانے کا منافع بخش کاروبار چلا رہے ہیں ان کی طبع نازک پر میری یہ تحریر یقیناً گراں گزرے گی اور ان پر بھی جو لکیر کے فقیر بنے اپنے عزیز و اقارب کی اموات اور دیگر تعزیتی مجالس میں قرآن خوانیوں کا اہتمام کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ شاید ہم نے اس طرح اپنے مرحومین کا حق ادا کر دیا۔ میں انہیں آگاہ کرتا ہوں کہ قرآن خوانی کا موجودہ طریقہ جو مُردے بخشوانے کیلئے رائج کیا گیا ہے۔ یہ اللہ اور رسول ﷺ کے فرامین کے بالکل خلاف اور سو فیصد بدعت ہے۔ یہ اپنی قرآن خوانیوں کے ذریعے اللہ کا غضب مول لے رہے ہیں، کیونکہ جو عبادت رسولُ اللہ ﷺ سے ثابت نہیں، اللہ کے نزدیک وہ عبادت نہیں بلکہ گناہِ عظیم ہے۔ اگر مردوں کے لیئے قرآن خوانی جائز ہے تو پھر رسولُ اللہ ﷺ نے اپنی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اپنی بیٹیوں حضرت زینب، حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہن کیلئے، اپنے محبوب ترین چچا اور رضاعی بھائی سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کیلئے قرآن خوانی کا اہتمام کیوں نہیں فرمایا؟ اسی طرح خلفائے راشدین کے دور میں جید صحابہ کرام فوت ہوئے، شہید ہوئے مگر قرآن خوانی

کسی کیلئے نہیں ہوئی۔

برادرانِ اسلام! قرآن مجید وہ کتاب ہے جسے حق تعالیٰ نے ہمارا نظامِ حیات بنا کر ہمارے پیغمبر ﷺ پر نازل فرمایا پس ہمیں چاہیئے کہ اس کتاب کو درسی کتب کی مانند پڑھیں، لیکن تکریم کے ساتھ، کیونکہ یہ خالق کا کلام ہے، اس کا بہت کچھ ادب واحترام اس کے حاملوں پر واجب ہے۔اس کے اوامر واحکام پر عمل کریں، اس کے نواہی سے اجتناب کریں یہی اس کے نزول کی اصل غرض و غایت ہے۔اگر ہم نے اس اصل غرض کو سامنے نہ رکھا اور قرآن خوانی جیسی جاہلانہ بدعتی رسم ورواج میں گرفتار رہے تو پھر قرآن مجید ہی کی زبانی وہ وعید بھی پڑھ لیجئے جو کہ بروزِ محشر اللہ جلّ جلالہٗ کی عدالتِ عالیہ میں نبی اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے شکایتاً ادا ہوگی:

﴿وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِى اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُوْرًا۝﴾

(سورة الفرقان: ۳۰)

”اور رسول کہیں گے: اے پروردگار! بے شک میری امت نے اس قرآن سے دوری کو پکڑ لیا“۔

یعنی پڑھتے تو تھے، لیکن سمجھنے سے بے نیاز ہو کر رسماً رسمی میں بدعات کی صورت میں پڑھا کرتے تھے۔ نیز مردوں پر سورہ یٰسین پڑھنے والے بھی ذرا غور کریں۔اسی سورة یٰسین میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِىْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَاِلَّا ذِكْرٌوَّ قُرْآنٌ مُّبِيْنٌ ۝ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ۝﴾

(سورۂ يٰسين: ۶۹،۷۰)

”نہ تو ہم نے اس (رسول) کو شاعری سکھلائی اور نہ یہ اس کے لائق ہے، وہ تو صرف نصیحت اور واضح قرآن ہے تا کہ وہ ہر اس شخص کو ڈرا دے جو زندہ

ہےاور کافروں پر (عذاب کی) حجت ثابت ہو جائے۔‘‘

خلاصہ یہ کہ قرآن مجید زندوں کیلئے پڑھنے، سمجھنے اور عمل کرنے کیلئے نازل ہوا ہے۔ مردوں پر پڑھنے یا قرآن خوانی وغیرہ کرنے کیلئے نہیں۔

(۱۱) قُل، تیجا، ساتا، دسواں، چالیسواں یا چہلم، عرس و برسی اور مردوں سے متعلق دیگر بدعات: [1]

برصغیر میں پائی جانے والی بدعات میں سے ہی چند بدعتیں قل، تیجا، ساتا، دسواں، چالیسواں یا چہلم اور عرس و برسی وغیرہ بھی ہیں۔ یہ بدعات اس وقت ہوتی ہیں جب کوئی مسلمان قضائے الٰہی سے فوت ہو جاتا ہے تو اس کے لواحقین پس مرگ قل اور پھر تیسرے دن فاتحہ کرتے ہیں، جسے تیجا یا زیارت بھی کہتے ہیں۔ اس دن مرنے والے کے لیئے قرآن خوانی کے ساتھ ساتھ سوا لاکھ مرتبہ کلمہ بھی چنے، کھجور کی گٹھلیوں یا بادام وغیرہ پر پڑھا جاتا ہے۔ نیز میّت کے لواحقین کی جانب سے سوئم کی فاتحہ میں آنے والوں کیلئے پرتکلف کھانوں کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے۔ سوئم وغیرہ غمی کی رسم کہلاتی ہیں لیکن ان رسموں میں آنے والی خواتین کے زرق برق ملبوسات اور بناؤ سنگھار اس امر کی غمازی کرتے ہیں کہ یہ رسم صرف نام کی حد تک غمی اور حُزن کی رسم ہے۔ اگر یہ لوگ میّت کے لواحقین کے شریک غم ہونے کے لیئے آتے ہیں تو بن ٹھن کر آنے اور دعوتیں کھانے کی کیا ضرورت ہے؟ اور اگر لواحقین نے میّت کے غم میں یہ مجلس سوئم برپا کی ہے تو انہیں اہتمام دعوت کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اسلام میں ایسا حکم کہیں بھی نہیں کہ میّت کے لواحقین میّت کا قل، تیجا، ساتا، دسواں، چالیسواں یا چہلم اور عرس و برسی وغیرہ نام کی ہندوانہ رسمیں کریں اور نہ ہی یہ میّت کے لواحقین پر فرض ہے کہ اقرباء کو ہر موقع پر جمع کر کے کھانا کھلائیں۔ دراصل یہ بدعت صرف ہندوؤں کی دیکھا دیکھی محض

---

[1] ان اور مرگ ومقابر کی دیگر بدعات کی تفصیل کیلئے دیکھیئے ہماری کتاب: ’’توحید سے متعلقہ شکوک وشبہات کا ازالہ‘‘۔ ضمیمہ مطبوعہ مکتبہ کتاب وسنّت، ریحان چیمہ، وتوحید پبلیکیشنز، بنگلور

نام آوری کی غرض سے نکالی گئی ہے۔ اگر مردوں کے لیئے یہ رسومات لازمی ہوتیں تو جناب رسولُ اللہ ﷺ اپنی زوجۂ محترمہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ (رضی اللہ عنہا) اور اپنی صاحبزادیوں حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہن کا نہ صرف ان کی وفات کے بعد قل اور تیجا فرماتے، بلکہ ساتا، دسواں، چالیسواں یا چہلم اور ہر سال عرس و برسی کا بھی اہتمام فرماتے۔ لیکن آپ ﷺ نے یہ رسمیں انجام نہیں دیں۔ جب آپ ﷺ نے یہ کام نہیں کیئے تو ہمارے لیئے یہ کام کہاں سے جائز، لازم اور ثابت ہو گئے؟ آج عالم یہ ہے کہ اگر کوئی ان جاہلانہ رسوم سے نکلنا چاہے تو خاندان اور برادری والوں کے طعنوں کے ڈر سے نہیں نکلتا کہ لوگ بُرا بھلا کہیں گے جیسے کہ ان رسموں کے چھوڑ دینے والوں کو ان کے بدعتی قرابت داروں اور برادری والوں کی طرف سے کہا جاتا ہے (ان میں بفضل اللہ تعالیٰ میں بھی شامل ہوں جو کہ ترک تقلید و شرک و بدعات کے بعد آج بحمد اللہ اہل حدیث اور موحّد ہوں) حالانکہ اس معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اور طعنے وغیرہ سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیئے اور نہ ہی حق پر عمل پیرا ہونے میں معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرنا چاہیئے۔ جب مشرک و بدعتی اللہ کے حضور بدعت کرتے ہوئے نہیں شرماتے تو ہم سنت کے مطابق اللہ کے دین پر عمل پیرا ہونے میں شرمندگی کیوں محسوس کریں۔

برادرانِ اسلام! یہ رسمیں اسلام اور احکام اسلام کے سراسر مخالف ہیں اور ہنود کی رسومات کے مشابہ ہیں جنہیں مسلمانان برصغیر نے انکی دیکھا دیکھی میں اختیار کر لیا ہے جو کہ اب مسئلہ سمجھ میں آجانے کے بعد چھوڑ دینے کے قابل ہیں۔ یاد رکھیئے! ہم دین میں اپنی جانب سے نہ کمی کرنے کے مجاز ہیں اور نہ ہی زیادتی کے۔ یہ رسومات دین میں اضافہ ہیں اور بدعت ہیں۔ اگر آپ قیامت کے دن رسولُ اللہ ﷺ کی شفاعت کے طلب گار اور حق تعالیٰ کی رحمت کے خواہاں ہیں تو ان بدعات سے اپنا دامن آج ہی چھڑا کر توبہ کر لیں اور اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح فرمالیں۔

(۱۲) نمازِ وحشت:

اکثر گھرانوں میں جب میّت کو برائے تدفین قبرستان لے جاتے ہیں تو گھر میں باقی ماندہ عورتیں اور مرد مرنے والے کیلئے انفرادی طور پر برائے دوریٔ وحشتِ قبر نمازِ وحشت پڑھتے ہیں۔ یہ ایک دوگانہ نماز ہوتی ہے جو عموماً گھر ہی میں ادا ہوتی ہے۔ اس کا اہتمام زیادہ تر شریعت ساز بوڑھی خواتین کیا کرتی ہیں اور ان کی بات مان کر اور لوگ بھی ان جاہلانہ اور بدعتی رسومات کا شکار ہو جاتے ہیں۔

برادرانِ اسلام! نمازِ وحشت کا ثبوت حدیث وسنتِ رسول ﷺ، آثارِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام وغیرہ کسی سے نہیں ملتا نہ ہی چار مزعومہ اماموں سے منسوب کی جانے والی فقہ کی کتب میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ البتہ رافضی حضرات کے ہاں نماز وحشت پڑھی جاتی ہے اور ان کے مذہب کی کتابوں میں اس کے پڑھنے کی تاکید کی جاتی ہے۔ لیکن اس کے جواز کی دلیل ان کی کتب میں بھی نہیں ملتی ہے۔ اس صورت میں یہ کہنا بے جا نہیں کہ نمازِ وحشت ایک بدعت ہے اور سنی مسلمانوں کو اس سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

(۱۳) عهد نامه:

بہت سے نام نہاد سنی مسلمان روافض اور دیگر باطل فرقوں کی دیکھا دیکھی قبر میں میّت کے سینے پر عہد نامہ رکھتے ہیں۔ یہ عہد نامہ ایک چھپا ہوا کاغذ ہوتا ہے جس پر روافض کے اماموں اور چند بزرگوں کے نام لکھے ہوتے ہیں۔ رکھنے والوں کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ ان بزرگوں کا یہ عہد ہے کہ وہ میت کو ہر طرح کے دکھ درد وغیرہ سے بچائیں گے اور ہر معاملے میں ان کی دست گیری کریں گے۔ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر قبر میں عہد نامہ نہ رکھا گیا تو اس سے مردے کی نجات بمشکل ہی ہوگی۔ حالانکہ حدیث اور تاریخی روایات سے ہمیں ایسی کوئی بات معلوم نہیں ہوئی کہ اللہ کے رسول ﷺ کسی بھی طرح کے عہد نامے وغیرہ مردے کی چھاتی پر

رکھوایا کرتے تھے۔ نہ ہی روافض کے آئمہ سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ لہٰذا سنی مسلمانوں کو یہ بدعت فوراً ترک کر دینی چاہیئے۔

(۱۴) ۴۱ بار سورۂ بقرہ پڑھنا:

اکثر سنی مسلمانوں کے ہاں میت پر ۴۱ مرتبہ سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے۔ خصوصاً عورتوں میں اس کا اہتمام زیادہ ہوتا ہے۔ جب تک میت گھر میں رکھی رہتی ہے۔ اس وقت تک یہ سورت بالخصوص اور کلمۂ شہادت وغیرہ بھی بکثرت پڑھا جاتا ہے حالانکہ کسی صحیح حدیث سے تو کیا ضعیف حدیث سے بھی اس بات کا ثبوت نہیں ملتا ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی کسی میت کیلئے اکیالیس بار سورۂ بقرہ پڑھی ہو یا لوگوں کو آپ ﷺ نے پڑھنے کی تلقین فرمائی ہو۔ پھر ہمارے لیئے کیوں کر یہ امر نکل آیا اور جائز بھی ہو گیا۔ ہم تو یہ جانتے ہیں کہ میّت کیلئے ۴۱ بار سورۂ بقرہ پڑھنے کا ثبوت قرآن وحدیث سے نہیں ملتا ہے اس لیئے ہمیں اس بدعت کو چھوڑ دینا چاہیئے۔

(۱۵) قبر پر آذان کہنا:

جب میّت قبر میں دفن کر دی جاتی ہے تو چند جہلاء وہاں کھڑے ہو کر آذان کہتے ہیں۔ اس آذان کی حکمت یہ بتائی جاتی ہے کہ مردہ جب قبر میں آذان سنے گا تو نماز کی تیاری کرے گا اور اس تیاری کے سبب وہ منکر نکیر کے عذاب سے اور سوالات وغیرہ کے مراحل سے بآسانی گزر جائے گا۔ اس آذان کا شریعت اسلامیہ سے کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ قبر کے سرہانے لاکھ آذانیں کہہ لی جائیں، مردہ انہیں سن ہی نہیں سکتا جیسے کہ قرآن میں وضاحت موجود ہے:

﴿وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾ (سورۂ فاطر: ۲۲)

''آپ انہیں نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں''۔

پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ نبی اکرم ﷺ سے قبر پر آذان کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ نہ ہی صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین سے اس عمل کا ثبوت ملتا ہے۔ لہٰذا یہ بدعت ہے، اس سے اجتناب کرنا مسلمانوں پر لازم ہے۔

(۱۶) عرفہ:

شبِ براءت سے دو دن پہلے عرفے کے نام سے حلوے اور روٹی پر نئے اور پرانے مُردوں کی فاتحہ بڑی دھوم دھام سے دلائی جاتی ہے۔ پرانے مردوں پر عرفے کی فاتحہ واجبی طور پر دی جاتی ہے، لیکن نئے مردے کی عرفہ کی فاتحہ میں پورے خاندان اور برادری کو اکٹھا کیا جاتا ہے۔ تقریب میں نہ آنے والوں پر طعن کیا جاتا ہے۔ روٹی اور حلوہ نہ صرف کھلایا جاتا ہے بلکہ غریب غرباء میں تقسیم بھی کیا جاتا ہے اور یہ بدعت بھی نام نہاد اہل سنت ہی کے ہاں رائج ہے باوجودیکہ وہ اس رسم کا احادیث وسنتِ رسول ﷺ میں کوئی ثبوت نہیں پاتے ہیں۔

(۱۷) تبارک کی روٹیاں:

برصغیر کے چند نام نہاد مسلمانان اہل سنت رجب کے مہینے میں ہر جمعہ کو اپنے مردوں پر فاتحہ دلانے کے لیئے تبارک کی روٹیاں نام بنام پکاتے ہیں۔ یہ روٹیاں میدے اور سوجی سے پکائی جاتی ہیں۔ ان میں دوسرے بھی کئی لوازمات شامل ہوتے ہیں۔ روٹی کے پک جانے کے بعد ان روٹیوں پر اکیالیس بار سورۃ الملک پڑھی جاتی ہے اور مردوں کو بخشی جاتی ہے پھر ہر مُردے کے نام سے فاتحہ دلائی جاتی ہے۔ فاتحہ کے بعد یہ روٹیاں عزیز واقرباء میں بطور تبرک تقسیم کردی جاتی ہیں۔ یہ روٹیاں پکانے والے اور ان روٹیوں کے کھانے والے اپنے زعم میں اپنے مُردوں کی مغفرت کا سامان کر رہے ہیں، حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ کیونکہ تبارک کی روٹیاں پکانا اور کھانا نری بدعت ہے جو کہ نہ رسولُ اللہ ﷺ سے نہ آپ کے صحابہؓ رضی اللہ عنہم سے، نہ تابعین کرام سے، نہ آئمہ سے اور نہ ہی بزرگانِ دین سے ثابت ہے۔ پس مسلمانوں کو چاہیئے کہ ایسی رسومات سے دوری اختیار کریں۔

شادی بیاہ سے متعلق بدعات

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((اَلنِّكَاحُ سُنَّتِيْ فَمَنْ لَّمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ)) [1]

''نکاح کرنا میری سنت ہے۔ پس جو کوئی میری سنت پر عمل نہ کرے گا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔''

معلوم ہوا کہ نکاح صرف دنیاوی رسم نہیں بلکہ سنت رسول ﷺ ہونے کی بناء پر عین عبادت ہے اور عبادات کے تقاضے یہ ہیں کہ انہیں اسوۂ رسول ﷺ کے مطابق ادا کیا جائے۔ آج بہت سے ایسے امور شادی بیاہ کی رسموں میں داخل ہیں، جنہیں لوگ سنت سمجھتے ہیں حالانکہ یہ امور بدعت ہیں۔ مثلاً ساڑھے بتیس روپئے کا مہر جو کہ شرعِ محمدی ﷺ کہلاتا ہے، اسی طرح جہیز کی رسم، دلہن والوں کا لوگوں کو دعوت کھلانا، شادی کی رسموں میں فضول خرچی کرنا، گانے بجانے کا اہتمام کرنا، چوتھی اور چالے کی دعوتیں کرنا وغیرہ۔ میں اگلی سطور میں ان بدعات کا مکمل تعارف اسوۂ رسول ﷺ سے موازنے کے ساتھ درج کرتا ہوں۔ اللہ ہمیں بدعات ترک کرنے اور سنتوں کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین.

(۱۸) شرع محمدی مہر:

یہ بات عوام میں اس قدر مشہور ہے کہ نہ صرف جاہل بلکہ پڑھے لکھے لوگ بھی یہ سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جتنے بھی نکاح فرمائے سب میں اپنی ازواج مطہرات کا مہر ساڑھے بتیس روپئے مقرر فرمایا، لہٰذا ہمیں بھی اتنا ہی مہر رکھنا چاہیئے۔ عوام کو جاننا چاہیئے کہ یہ سب عورتوں کے حقوق سلب کرنے والوں کے ڈھکوسلے اور بدعتی کام ہیں کہ ان ناجائز

[1] ابن ماجه، صحيح الجامع:٦٨٠٧

کاموں کو کرتے ہیں اور پھر سمجھتے ہیں کہ شاید اب یہ ثواب کے مستحق بھی ہو گئے ہیں، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی کسی زوجہ محترمہ کا مہر ساڑھے بتیس روپئے نہیں رکھا بلکہ ہر زوجہ محترمہ کو ربقدرِ استطاعت آپ ﷺ نے بڑھ چڑھ کر مہر عطا کیا۔ چنانچہ تاریخی روایات اور احادیث سے یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی درج ذیل ازدواج مطہرات کو جو مہر دیا وہ درج ذیل ہے:

① حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا — آپ کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ سونا تھا۔ [1]

② حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا — آپ کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ سونا تھا۔

③ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا — آپ کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ سونا تھا۔

④ حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا — آپ کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ سونا تھا

⑤ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا — آپ کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ سونا تھا۔ [2]

⑥ حضرت اُم حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا

شاہِ حبشہ نجاشی رضی اللہ عنہ نے انہیں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے چار سو دینار مہر دیا۔ [3]

⑦ حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا — یہ غزوۂ خیبر میں قید ہوئی تھیں۔ آپ ﷺ نے انہیں آزاد کر کے نکاح میں لے لیا تھا۔ اور یہ آزادی ہی حق مہر قرار پائی۔ [4]

⑧ حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا — آپ کا مہر بارہ اوقیہ ونصف اوقیہ تھا۔ [5]

⑨ حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا

یہ غزوہ مریسیع میں قید ہو کر ثابت بن قیس اور ان کے بھائی کے حصہ میں آئی تھیں، اور نو اوقیہ

---

[1] بحوالہ نور الیقین فی سیرۃ سید المرسلین ﷺ

[2] بمطابق حدیث مشکوٰۃ جلد دوم، مہر کا بیان

[3] طبری

[4] طبقات ابن سعد

[5] بحوالہ مشکوٰۃ، جلد دوم، مہر کا بیان

سونے پر مکاتَب بنی تھیں جسے رسولُ اللہ ﷺ نے ادا کر کے ان سے نکاح کر لیا تھا۔ یہ سونا ان کا مہر تھا۔

⑩ اُم المساکین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

آپ ﷺ نے انہیں ایک تولہ سونا اور دس تولہ چاندی مہر دیا تھا۔ ❶

⑪ حضرت ام سلمہ بنت ابی اُمیہ رضی اللہ عنہا آپ کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ سونا تھا۔ ❷

⑫ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا یہ کنیز تھیں، ہدیۃً شاہ روم مقوقس کی طرف سے ملی تھیں۔ اسلام قبول کرنے پر آپ ﷺ نے انہیں اپنے حرم میں داخل کر لیا تھا۔

علاوہ ازیں مہر کے سلسلے میں کچھ لوگ مبالغہ بھی کرنے لگے ہیں۔ شاید نام آوری کی خاطر آج کل لاکھ دو لاکھ کا مہر رکھنا ایک رواج بنتا جا رہا ہے جبکہ صحیح حدیث میں امیر المومنین جناب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد موجود ہے کہ عورتوں کے حق مہر میں مبالغہ نہ کرو۔ اگر زیادہ حق مہر باندھنا دنیا میں عزت والی چیز ہوتی اور اللہ کے نزدیک تقویٰ والی، تو اللہ کے نبی ﷺ زیادہ لائق تھے کہ زیادہ حق مہر مقرر فرماتے۔ میں نہیں جانتا کہ نبی ﷺ نے ساڑھے بارہ اوقیہ سونے سے زائد پر اپنی بیویوں سے نکاح کیا ہو اور بیٹیوں کا نکاح کیا ہو۔ ❸

(۱۹) جہیز:

کہا جاتا ہے کہ نبیُ اکرم ﷺ نے جب اپنی لختِ جگر فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی رخصتی کی تو انہیں جہیز میں گھر گرہستی کا کچھ سامان بھی دیا جس میں چند برتن اور چمڑے کا ایک گدا وغیرہ شامل ہیں۔ لہٰذا بیٹیوں کو نکاح کے بعد گھر سے رخصت کرتے ہوئے جہیز دینا عین سنتِ رسول ﷺ ہے۔

---

❶ طبری

❷ بمطابق حدیث مشکوٰۃ، جلد دوم، مہر کا بیان

❸ بحوالہ مشکوٰۃ جلد دوم مہر کا بیان۔

سوال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی صرف ایک بیٹی کو جہیز کیوں ملا تھا؟ کیا باقی صاحبزادیوں کو مسلمانان اہل سنت روافض کی روایات کے مطابق رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیاں تسلیم نہیں کرتے؟ اگر تسلیم کرتے ہیں تو پھر سوال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بیٹی کو جہیز دیا اور باقی صاحبزادیوں کو کیوں نہیں دیا؟ (جیسا کہ تاریخی روایات سے ثابت بھی ہے) کیا کوئی باپ ایسا کرتا ہے کہ ایک بیٹی کو ساز و سامان کے ساتھ گھر سے رخصت کرے اور باقی بیٹیوں کو خالی ہاتھ گھر سے رخصت کر دے؟ پھر رسول اللہ ﷺ نے ایسا کیوں کیا؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کسی قسم کا گھر گرہستی کا سامان یا جہیز نہیں دیا تھا بلکہ آپ ﷺ نے اپنے چچازاد بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس سامان کے ذریعے مدد کی تھی کیونکہ وہ بے حد مفلس اور نادار تھے۔ یہاں تک کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر ادا کرنے کیلئے ایک پھوٹی کوڑی ان کے پاس نہ تھی۔ چنانچہ اپنی زرہ بیچ کر انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر ادا کیا تھا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کفالت کا ذمہ تو آپ ﷺ نے ان کے بچپن سے لے رکھا تھا۔ ابو طالب جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے باپ تھے مفلسی کے سبب اپنے بچوں کا خرچ نہیں اٹھا سکتے تھے، چنانچہ آپ ﷺ نے ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مانگ لیا تھا۔ آپ ﷺ نے نہ صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پالا پوسا بلکہ ہر اعتبار سے ان کی کفالت کی۔ اپنی بیٹی ان کے نکاح میں دی، گھر گرہستی کیلئے سامان دیا تھا جو کہ یار لوگوں نے جہیز فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نام سے مشہور کر دیا لیکن اس شہرت میں ذرہ برابر بھی صداقت نہیں ہے، کیونکہ ایک بیٹی کو اگر دیا تھا تو دوسری بیٹیوں کو محروم رکھنا ناانصافی تھا، جس کی توقع بھی آپ ﷺ سے نہیں کی جا سکتی۔ ہم ایسا ناروا کلام اپنی زبان پر لانے سے اللہ کی پناہ پکڑتے ہیں۔ اگرچہ وہ بیٹیاں مالداروں کے نکاح میں گئی تھیں لیکن انصاف کے تقاضے سب کیلئے برابر ہوتے ہیں۔

پھر دوسری بات یہ کہ آپ ﷺ کے نکاح میں جتنی بھی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن آئیں ان میں سے کوئی ایک بھی جہیز لے کر نہیں آئی۔ان تمام دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ جہیز کا شادی بیاہ کی اسلامی رسومات سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ ہندوانہ معاشرے کی ایک رسم ہے جسے مسلمانوں نے سنت کہہ کر اپنا لیا ہے جبکہ یہ واضح اور کھلی ہوئی بدعت ہے جس سے اجتناب کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔

(۲۰) چوتھی کھیلنا:

شادی کے تین دن بعد ایک رسم چوتھی کھیلنا بھی مسلمانانِ برصغیر کے ہاں پائی جاتی ہے۔اس دن دولہا دلہن والے اکٹھے ہو کر آپس میں پھلوں کے ذریعے چوتھی کھیلتے ہیں،ایک دوسرے کو پھل کھینچ کھینچ کر مارے جاتے ہیں۔اس رسم میں فضول خرچی اور بے ہودگیوں کے علاوہ اور کچھ نہیں پایا جاتا۔نبی اکرم ﷺ نے جتنے بھی نکاح فرمائے ان میں سے کسی بھی نکاح کے بعد چوتھی نام کی کوئی رسم نہیں منائی۔پھر ان کے نام لیوا کیونکر ایسی رسوم کے مرتکب ہوتے ہیں جن کا ثبوت آپ ﷺ کی احادیث اور سنتوں سے نہیں ملتا بلکہ ہندوانہ معاشرے اور اس کے رسم ورواج سے ملتا ہے۔کیا یہ بات لائقِ صد افسوس نہیں کہ آج تاجدارِ مدینہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے امتی اور خود کو فرزندانِ توحید کہلوانے والے کرشن اور رام کے مذہب کی رسموں کو اپناتے اور ان پر فخر کرتے ہیں۔

برادرانِ اسلام! میں کسی پر تنقید نہیں کر رہا ہوں بلکہ دردمندی سے قوم کی اجتماعی حالت سے آپ کو آگاہ کر رہا ہوں اور آپ کو دعوت دے رہا ہوں کہ للہ بدعات کے ان گورکھ دھندوں سے نکل آئیں اور اسلام کی مزید بیخ کنی نہ کریں۔

(۲۱) چالے کی دعوتیں:

شادی کے بعد ہر ہفتے چھٹی والے دن دلہن کے گھر دولہا اور دلہن کی پانچ یا سات ہفتے تک بڑے اہتمام کی دعوتیں ہوتی ہیں۔جن میں ہر چالے پر دلہن کو جوڑے چڑھائے

جاتے ہیں۔آخری چالہ جو کہ بڑے چالے کے نام سے معروف ہوتا ہے اس میں دلہن اور دولہا دونوں کو جوڑے دیئے جاتے ہیں۔دولہا کے تمام گھر والوں کی دعوت کی جاتی ہے۔اس طرح فضول خرچی اور دنیا دکھاوے کا سامان کیا جاتا ہے اور کرنے والے ہمارے مسلمان ہوتے ہیں جو کہ آمنہ کے لال ﷺ کے نام لیوا کے ہیں،اور رسمیں بت پرست ہندوؤں والی مناتے ہیں، چالے کی رسم بھی چوتھی کی طرح ہندوانہ رسم اور نکاح کے بعد کی جانے والی بدعتوں میں سے ایک بدعت ہے۔رسول اللہ ﷺ کی کسی بھی زوجہ کے گھر چالے کی دعوت نہیں ہوئی اور نہ آپ ﷺ نے اپنے دامادوں کے چالے کی دعوت کی پھر ہم تابعدارانِ مصطفیٰ ﷺ کیونکر اس رسم کو کر رہے ہیں؟

(۲۲) سہرا باندھنا:

شادی بیاہ سے متعلق بدعات کی فہرست میں سرِ فہرست سہرا باندھنے کی رسم ہے۔ بہت سے سنی گھرانوں میں سہرا باندھنا سنت سمجھا جاتا ہے حالانکہ یہ فعل نہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے نہ آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے اور نہ ہی آپ ﷺ کی امت کے بڑے بڑے اولیاء،آئمہ اور فقہاء سے ثابت ہے۔یہ خالصتاً ہندوانہ رسم ہے جس کا اسلامی شریعت سے کوئی تعلق نہیں۔رسول اللہ ﷺ نے جتنے بھی نکاح فرمائے اُن میں سے کسی بھی موقع پر آپ ﷺ سے نہ سہرا باندھنے کی روایت ملتی ہے نہ مہندی لگانے کی اور نہ بینڈ باجوں کو ساتھ لانے کا ثبوت قرآن وحدیث سے ملتا ہے۔ یہ سب ہندوؤں کی رسمیں ہیں جنہیں ناداں مسلمانوں نے اپنالیا ہے لیکن انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر وہ اِن بدعتی رسم ورواج سے باز نہ آئے تو پھر یہی رسم ورواج جو اس فانی دنیا میں بہت خوبصورت لگتے ہیں، قیامت کے دن جہنم میں داخلے اور اس کے عذابوں کا سبب بن جائیں گے۔

(۲۳) نوبیاہتا عورت کا محرم اور شعبان کا چاند میکہ میں دیکھنا:

کہا جاتا ہے کہ نو بیاہتا دلہن کا محرم کا چاند سسرال میں دیکھنا، سسرال والوں کے لیئے بھاری ہوتا ہے، اس لیئے اکثر سنی مسلمان نو بیاہتا عورتیں محرم کا چاند اپنی ماں کے گھر جا کر دیکھتی ہیں اور عاشورہ سے پہلے سسرال واپس نہیں لائی جاتیں کہ یہ بھی سسرال پر بھاری پڑتا ہے۔اسی طرح شعبان کا معاملہ ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے بھی اپنی اپنی شادیوں کے بعد پہلا محرم اپنے اپنے میکوں میں گزارا تھا؟ تمام کتب احادیث اور تاریخی روایات اس سوال کے جواب میں یہ بتاتی ہیں کہ تمام کی تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے ہرگز ہرگز ایسی کوئی رسم نہیں اپنائی تھی اور نہ ہی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس قسم کا کوئی حکم دیا تھا لہٰذا مسلمان بھائیوں کو یہ جاہلانہ امور جنہیں وہ ثواب سمجھ کر کرتے ہیں فوراً چھوڑ دینے چاہیں۔

(۲۴) بی بی کی فاتحہ:

شبِ براءت والے دن اکثر سنی گھرانوں میں چار روٹی اور حلوے پر بی بی کی فاتحہ دلائی جاتی ہے۔بی بی سے مُراد حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا ہیں حالانکہ یہ دن نہ ان کی وفات کا ہے نہ ان کی پیدائش کا اور نہ ہی اس فاتحہ کی کوئی اصل ہے۔اگر اس دنیا میں کائی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نام کی فاتحہ دینے کا مستحق تھا تو وہ ان کے شوہر حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے مگر انہوں نے کبھی بی بی کی فاتحہ نہیں دلائی پھر آپ کے صاحبزادے حضرت حسن وحُسین رضی اللہ عنہما تھے، اُن سے بھی اس فاتحہ کا ثبوت نہیں ملتا پھر آپ کی صاحبزادیاں زینب اور اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہما تھیں انہوں نے بھی کبھی اپنی والدہ کی فاتحہ نہیں دلائی، پھر ان کے داماد حضرت عمر بن خطاب اور حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہم تھے، ان سے بھی ثابت نہیں کہ انہوں نے کبھی اپنی مرحوم ساس کی

فاتحہ دلائی ہو۔ پھر ہمارے لیے فاتحہ کی یہ رسم کہاں سے نکل آئی؟

برادرانِ اسلام! ان بدعات و رسومات کو چھوڑ دو، کوڑے کے ڈھیر پر پھینک دو۔ کیا ہمارے لیئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرامینِ مبارکہ ناکافی ہیں؟

(۲۵) بی بی کی کہانی ماننا:

برِصغیر کی جاہل عورتوں میں یہ بدعت کثرت سے پائی جاتی ہے۔اس بدعت کا طریقہ کار یہ ہے کہ اگر کسی عورت کا کوئی کام نہ ہو رہا ہو تو وہ منت مان لیتی ہے کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں بی بی کی کہانی سنوں گی۔ کام ہو جانے کے بعد یہ کہانی سننا منت ماننے والی عورت پر فرض یا واجب ہو جاتا ہے۔اگر اتفاقاً کوئی کہانی سنانے والا نہ ملے تو پھر یہ کہانی کسی سے بھی پڑھوا کر سنی جا سکتی ہے اور اگر کوئی پڑھنے والا بھی دستیاب نہ ہو تو پھر خود پڑھنی ضروری ہے۔

مَیں کہتا ہوں کہ یہ کہانی سننا صرف بدعت ہی نہیں بلکہ شرک بھی ہے کیونکہ کہ نذر و نیاز اور منت صرف اللہ کے نام کی جائز ہے دوسرے کسی کے نام کی جائز نہیں ہے۔ کسی بی بی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت میں کسی قسم کا کوئی اختیار نہیں دیا ہے۔ بالفرض اگر وہ اختیار والی ہوتیں تو سب سے پہلے کربلا میں اپنے اس مظلوم بیٹے کی مدد کرتیں جسے کوفے کے ظالم رافضیوں نے بے یار و مددگار اور بے سرو سامانی کے عالَم میں قتل کر دیا تھا۔

(۲۶) بی بی کی صحنک:

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنتِ رسول ﷺ سے منسوب یہ بدعت بھی برصغیر کے نام نہاد سنی مسلمانوں کی خواتین بکثرت کرتی ہیں۔ یہ فاتحہ کونڈے یا پیالے وغیرہ پر دی جاتی ہے اور صرف عورتوں ہی میں اس فاتحہ شدہ صحنک کو کھایا جاتا ہے، لیکن اس میں یہ شرط ہوتی ہے کہ بدکار عورت یا لونڈی کنیز اس فاتحہ کو نہ کھائے۔ مجاہدِ اعظم شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اس بدعتِ قبیحہ کے خلاف بڑا عملی جہاد کیا، جس کے نتیجے میں اس دور کی آبرو باختہ عورتیں آپ

کے پیچھے لگا دی گئی تھیں۔ میں کہتا ہوں کہ بی بی کی صحنک بھرنا جب خود بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ثابت نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں سے ثابت نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسیوں سے ثابت نہیں تو ہماری سنی ماؤں بہنوں نے کہاں سے اس بدعت کو اپنا لیا ہے؟

میری بہنو! ان بدعات کو چھوڑ و اور بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سیرت کو اپنا لو۔ اسی میں ہم سب کی نجات کا سامان ہے۔

(۲۷) بارہ اماموں کے پیالے:

ماہ صفر کی بیس تاریخ کا دن حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے چہلم کا دن بھی کہلاتا ہے۔ بہت سے نام نہاد سنی مسلمان بارہ اماموں کے لیئے سوا من یا ساڑھے بارہ کیلو دودھ کی کھیر کے بارہ پیالوں پر نیاز دلاتے ہیں۔ اس کھیر کے پکانے میں صفائی ستھرائی کا بڑا اہتمام رکھا جاتا ہے، نیز زمانے بھر کا میوہ اس میں ڈالا جاتا ہے پھر جس کسی کو منت ماننی ہوتی ہے تو وہ کوئی ایک پیالہ اٹھا لیتا ہے جس کی کھیر اسے اکیلے کو کھانی ہوتی ہے اور پیالہ صاف کرنا منت کے پورا ہونے کیلیئے مشروط ہے، یعنی اگر کسی نے پورا ایک پیالہ نہ کھایا تو اس کی منت پوری نہیں ہوگی لہٰذا منت کیلیئے پورا پیالہ کھیر کھانا لازمی ہے۔

مَیں کہتا ہوں کہ یہ بدعت روافض کی نکالی ہوئی ہے کیونکہ بارہ امام ان ہی کے ہیں۔ لہٰذا سنی بھائیوں کو روافض کی یہ رسم چھوڑ دینی چاہئیے۔ ویسے بھی اس رسم کا کوئی ثبوت نام نہاد بارہ اماموں میں سے بھی کسی سے نہیں ملتا نہ ہی رافضی مذہب کی معتبر اور قدیم کتب میں اس بدعت کا کوئی تذکرہ ملتا ہے۔

(۲۸) امام ضامن باندھنا:

شادی بیاہ اور سفر وغیرہ کے مواقع پر رافضی لوگوں کی دیکھا دیکھی بہت سے سنی حضرات امام ضامن باندھتے ہیں۔ یہ دراصل روپیہ یا اٹھنی وغیرہ کا سکّہ ہوتا ہے جسے گوٹے

میں لپیٹ کر بازو پر باندھا جاتا ہے اور باندھنے والا یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اب فلاں امام اس کا ضامن یعنی رکھوالا اور محافظ ہے۔ امام سے مراد روافض میں امام اول کو لیا جاتا ہے پھر رافضی عقیدے کی رو سے امام اول صرف امام ہی نہیں بلکہ رافضی ٹولے کا مولا یعنی اللہ بھی ہے۔ لہٰذا وہ رافضی جو چاہیں اس سلسلہ میں اپنے امام کے ساتھ کریں ہمیں ان سے کوئی سروکار نہیں ہم تو صرف اپنے سنی بھائیوں سے کہیں گے کہ آپ نے کب سے روافض کے عقیدے کے مطابق امام کو ضامن یعنی رکھوالا سمجھنا شروع کر دیا ہے؟ جو اپنی اولاد کی رکھوالی نہ کر سکے وہ ہماری تمہاری رکھوالی کیسے کر سکتے ہیں؟

مجھے حیرت اس بات پر ہے کہ یہ بدعت صرف جہلاء میں ہی نہیں بلکہ توحید کے نام نہاد علمبردار دیوبندی بھی اس بدعت پر عمل کرتے ہیں اور دیوبندی مکتبِ فکر کے سرخیل مولانا احتشام الحق (حضرت جی) تھانوی کا صدر ایوب خان کو ایئرپورٹ پر بوقتِ روانگی پردیس امام ضامن باندھنا آج بھی تصاویر کی صورت میں اخبارات ورسائل کی فائلوں میں محفوظ ہے حالانکہ یہ شرک ہے کہ اللہ کے ہوتے ہوئے اپنے قرابت داروں، عزیزوں اور دیگر افراد کی رکھوالی ہم اماموں کو دیں۔ میں اپنے سنی بھائیوں سے یہ امید رکھتا ہوں کہ وہ رافضی مذہب کی ایجاد کردہ اس بدعت سے جلد جان چھڑا لیں گے۔

(۲۹) منت کی بالی اور کڑے وغیرہ پہننا:

بکثرت ایسے لوگ مشاہدے میں آئے ہیں جنہوں نے کان میں بالی اور ہاتھ میں کڑا پہنا ہوا ہوتا ہے۔ جب ان سے اس بالی اور کڑے کی حقیقت معلوم کی گئی تو معلوم ہوا کہ یہ منت کی بالی اور منت کے کڑے ہیں۔ یہ لوگ ان بالیوں اور کڑوں کو ایک لمحے کیلئے بھی اپنے بدن سے نہیں اتارتے ہیں تاکہ کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ بالی یا کڑے کے اترتے ہی یہ مر نہ جائیں کیونکہ اس بالی یا کڑے کے سبب ہی تو پیدا ہونے کے بعد مرنے سے بچے ہوئے ہیں۔

یہ بالی اور کڑے اس وقت پہنائے جاتے ہیں جب اولاد کے مرنے کا خدشہ ہو تو بزرگانِ دین کے نام کی بالیاں، کڑے، چھلّے، دھاگے اور گنڈے ان کو پہنا کر انہیں ان بزرگوں کی پناہ میں دے دیا جاتا ہے کہ اب یہ بزرگ ہی ان کو موت اور دیگر تکالیف سے بچائیں گے۔ جب کوئی موحّد مسلمان ایسے لوگوں کو یہ بتاتا ہے کہ یہ منت کے بالے، کڑے، چھلّے، دھاگے اور گنڈے وغیرہ پہننا شرک و بدعت ہے تو وہ لوگ مسئلہ سمجھنے کے باوجود اس ڈر سے یہ چیزیں نہیں اتارتے کہ کہیں اولیاء اللہ ان سے ناراض نہ ہو جائیں اور ان سے ان کی زندگی نہ چھین لیں۔

میرے بھائیو! موت اور زندگی اللہ کے اختیار میں ہے، اللہ کے سوا دوسروں سے ڈرنا چھوڑ دو۔ احترام سب کا کرو لیکن مقامِ الوہیت پر اللہ کے کسی کو نہ بٹھاؤ۔ یہ بالیاں، کڑے اور چھلّے پہننا کونین کے تاجدار ﷺ کی سنت نہیں۔ نہ آپ ﷺ نے ہمیں ان کے پہننے کی تعلیم دی اور نہ ہی آپ ﷺ کے صحابہ میں سے کسی ایک نے کبھی بالی، کڑے اور چھلّے وغیرہ پہنے۔ لہٰذا آپ بھی سرورِ عالم ﷺ کی اس سنت پر عمل کیجیئے اور یہ بالیاں، کڑے، چھلّے، دھاگے اور گنڈے اپنے بدن سے اتار کر پھینک دیجیئے کہ یہی توحیدِ الٰہی اور اطاعتِ رسول ﷺ کا تقاضا ہے۔

(۳۰) بڑے پیر صاحب کی ھنسلی پہنانا:

یہ رسم بھی مسلمانانِ برصغیر میں پائی جاتی ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جنہیں بڑے پیر صاحب بھی کہا جاتا ہے، ان سے عقیدت رکھنے والے جہلاء اپنے بچوں کو ان کے نام ہنسلی پہناتے ہیں جو کہ چاندی کی بنی ہوئی ہوتی ہے اور گردن یعنی گلے میں پہنائی جاتی ہے۔ یہ ہنسلی بچے کی پیدائش سے لے کر گیارھویں سال تک اس کو پہنائے رکھی جاتی ہے۔ گیارھویں سال گیارھویں کے موقع پر یہ ہنسلیاں اتاری جاتی ہیں اور صدقہ کر دی جاتی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی اس ہنسلی کے اتارنے کے سلسلے میں پوری برادری کی دعوت کی جاتی

ہے یہ ہنسلی پہنانے والے درحقیقت صریح شرک میں مبتلا ہیں۔ اسلام میں اس امر کی کہیں بھی اجازت نہیں ہے کہ ہم اپنے بچوں کو بجائے اللہ کی پناہ میں دینے کے اللہ کے عاجز بندوں کی پناہ میں دیں اور ان کے نام کی نذر و نیاز اور خیرات وغیرہ کریں۔ یہ رسم سراسر بدعت ہے اور افسوس کی بات تو یہ ہے کہ اس بدعت پر عمل پیراوہ ہیں جو کہ اپنے منہ سے خود کو ''اہل سنت'' کہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ہنسلی پہنانے کی تعلیم تو حضرت شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ثابت نہیں ہے پھر آپ نے اس کو کیوں اپنا رکھا ہے؟

(۳۱) سھاگنیں کھلانا:

یہ بدعت بھی برصغیر کے جاہل سنی گھرانوں میں پائی جاتی ہے۔ جب کسی عورت کا بچہ مر جاتا ہے یا اس کے بچہ نہ ہوتا ہو جس کے سبب اس کے سہاگ کے اجڑنے کا خطرہ ہو تو سات سہاگنوں کی دعوت کی جاتی ہے جن کے لیئے بہترین قسم کے کھانے اور حلوے وغیرہ پکتے ہیں، جن میں زمانے بھر کا میوہ وغیرہ ڈالا جاتا ہے۔ اس دعوت میں صرف سہاگ والی عورتوں کو بلایا جاتا ہے۔ بیوہ، مطلقہ اور کنواری اس دعوت میں نہیں بلائی جاتیں پھر سہاگنوں کی تعداد بھی سات ہے۔ نہ کم ہونی چاہیئے اور نہ زیادہ۔ دعوت میں آنے والی سہاگنیں بھی اس بات کا بھرپور اہتمام کرتی ہیں کہ سہاگنین کھلانے والی کیسی ہے؟ اس کی ساس اور نندیں کیسی ہیں؟ اس کی ماں کیسی تھی؟ اگر خدانخواستہ ان میں سے ایک بھی بدچلن، بدکردار یا محض بد اخلاق ہی کیوں نہ ہو تو یہ سہاگنیں اس دعوت کو کھانے سے انکار کر دیتی ہیں۔ اس انکار کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اب اس عورت کی گود ہری ہونا ناممکن ہے، اور اگر ساتوں سہاگنیں کھانا کھا لیتی ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ نہ صرف سہاگنیں کھلانے والی کی گود ہری ہوگی بلکہ اس کا بچہ بھی زندہ رہے گا۔ میری والدہ محترمہ بتاتی ہیں کہ میری خالہ کے ہاں جب پہلا بچہ پیدا ہو کر مر گیا تو ان کے سسرال میں سات سہاگنیں کھلانے کی رسم کی گئی مگر سہاگنوں نے یہ کہہ کر آنے

سے انکار کردیا کہ ان کی ساس بڑی بدزبان تھی تاہم ان سہاگنوں کے کھانا نہ کھانے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے میری خالہ کو اولاد سے نواز امگر ان کے سسرال والے اس جاہلانہ رسم کو نہ چھوڑ سکے۔

میرے بھائیو! اگر سات سہاگنیں نامی کھانا کھلانے سے بچے مل سکتے ہیں اور اولاد ہو سکتی ہے تو امہات المومنین رضی اللہ عنہن نے کیوں ایسا نہیں کیا؟ کیا وہ سہاگنیں کھلانے کی اہل نہ تھیں؟ (معاذ اللہ) صرف اس لیئے کہ اسلام میں ایسی کوئی رسم نہیں ہے نہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس کی تعلیم دی، نہ انہوں نے قرآن وحدیث کی تعلیمات کے برعکس کوئی کام کیا اور یہی ہم سب کو کرنا چاہیئے۔ان جاہلانہ رسومات کو فوراً چھوڑ دینا چاہیئے۔

(۳۲) محافلِ میلاد:

برصغیر کے نام نہاد مسلمانوں نیمیلاد النبی ﷺ کی خودساختہ عید کی مانند ایک اور بدعت بھی اپنا رکھی ہے اور وہ ہے غمی اور خوشی کے مواقع پر اہتمامِ میلاد شریف کرنا۔میلاد کی یہ محافل کارِثواب سمجھ کر منعقد کی جاتی ہیں۔محفلِ میلاد میں ایک مخصوص جگہ خوشبو میں بسا کر خالی چھوڑ دی جاتی ہے کہ وہاں رسول اللہ ﷺ تشریف لاتے ہیں۔اختتام میلاد کے موقع پر کھڑے ہو کر اس نقطۂ نظر سے سلام پڑھا جاتا ہے کہ اب رسول اللہ ﷺ اس محفل میں تشریف لے آئے ہیں پھر تبرکِ میلاد تقسیم ہوتا ہے جس کے کھانے سے انکے بقول برکتیں حاصل ہوتی ہیں۔ان محافلِ میلاد میں میلادِ اکبر وغیرہ نامی خرافات سے بھرپور کتابوں سے موضوع اور جھوٹی روایتیں پڑھی جاتی ہیں اور شرکیہ نعتیں گائی جاتی ہیں۔

برادرانِ اسلام! یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس سے مفرّ تو ممکن نہیں کہ ان محافل کا انعقاد زیادہ تر حرام کاروبار کرنے والے افراد یا رشوت خور لوگ کیا کرتے ہیں بہت کم ایسا ہوا ہوگا کہ کسی جائز کمائی والے کے ہاں یہ بدعت پھلی پھولی ہو پھر یہ بات کس قدر تعجب خیز ہے کہ ان

حرام کھانے والوں کی میلاد میں رسول اللہ ﷺ بھی پہنچ جاتے ہیں، گویا آپ ﷺ کو اپنی امت میں یہ حرام خوری اور رشوت خوری نعوذ باللہ بہت زیادہ پسند ہے کہ جن کی ڈیوڑھی پر متقی پرہیز گار لوگ قدم رکھنا پسند نہیں کرتے ان کی محفل میں آپ ﷺ اپنے صحابہ سمیت پہنچ جاتے ہیں جیسا کہ اکثر اہلِ بدعت دعویٰ کرتے ہیں۔ یہ امر اس سے بھی زیادہ تعجب خیز ہے کہ اکثر فاحشہ عورتیں اپنے کوٹھوں پر محافلِ میلاد کا انعقاد کرتی ہیں وہاں بھی رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری ہوتی ہے۔ اور احتراماً کھڑے ہوکر سلام پڑھا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں۔

برادرانِ اسلام! جن ناپاک جگہوں پر شرفاء اپنے قدم نہیں رکھتے ان ناپاک جگہوں پر رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کے افسانے کیا اس امر کی واضح نشاندہی نہیں کرتے کہ ایسا عقیدہ رکھنے والے درحقیقت گستاخِ رسول ﷺ ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے زعمِ باطل اور عقائد فاسدہ سے وہاں بھی پہنچا دیا جہاں جانے والے نہ شریف ہوتے ہیں اور نہ ہی عموماً وہ شریفوں کی اولاد ہوتے ہیں۔ یہ تمام قصوران مبتدعانہ محافل میلاد کا ہے۔ نہ یہ ہوتیں اور نہ ہی فاسد عقائد ہمارے درمیان پائے جاتے۔ ان بدعات کو ترک کردیں اور ملاحظہ کریں کہ ان بدعات نے صرف اسلام کی خوبصورت شکل ہی کو نہیں بگاڑا ہے بلکہ ان کے ذریعے درپردہ نبی اکرم ﷺ کی کردار کشی بھی کی گئی ہے۔

(۳۳) صلوٰۃ و سلام:

محافلِ میلاد کے علاوہ بالخصوص جمعہ کے دن بریلویہ [1] حنفیہ کی مساجد میں نماز جمعہ کے بعد لاؤڈ اسپیکر وغیرہ پر کھڑے ہوکر سلام پڑھا جاتا ہے۔ نیز فرقہ بریلویہ کی اکثر تقاریب بالخصوص محافلِ میلاد، جلسۂ میلاد، محفلِ نعت اور نعت کانفرنس وغیرہ کا اختتام بھی اس صلوٰۃ و

[1] بریلوی مکتبِ فکر کی شرکیات اور گمراہیوں کی تفصیل مطلوب ہوتو علّامہ احسان الٰہی ظہیر کی کتاب ''بریلویت'' کا مطالعہ فرمائیں، مطبوعہ ادارہ ترجمان السنہ، لاہور۔

سلام کے ساتھ ہی ہوتا ہے جو کہ کھڑے ہو کر پڑھا جاتا ہے۔اور کھڑے ہونے کی وجہ پہلے گذر چکی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کو مانتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں جب کبھی بھی آپ ﷺ اپنے صحابہ کے درمیان تشریف لاتے ہمیں اس بات کا ثبوت آج تک نہیں ملا کہ انہوں نے آپ ﷺ کی تشریف آوری پر کھڑے ہو کر لہک لہک کر اور گا گا کر "یا نبی السلام علیک "یا "مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" وغیرہ گایا ہو۔ بے شک حق تعالیٰ خود بھی اور اس کے فرشتے بھی آپ ﷺ پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں مگر مذکورہ بالا گانا نما سلام پڑھ کر نہیں۔اسی طرح اہل ایمان بھی اپنے نبی ﷺ پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں مگر مرثیوں کی طرح نہیں بلکہ تعلیماتِ رسول ﷺ کے مطابق درود ابراہیمی پڑھ کر اور یہی طریقہ آپ ﷺ کے صحابہ کرام کا بھی تھا۔اس طریقہ سے ہٹ کر آج کل کا مروجہ رضا خانی طریقہ سوائے بدعت کے اور کچھ نہیں ہے اور اس بدعت کے مرتکب اس فرمانِ رسول ﷺ کو بغور پڑھ لیں جس میں ہے کہ "ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔" [1]

(۳۴) شرکیہ نعتیں:

جہاں تک نعتِ رسول کا تعلق ہے تو یہ ایک مستحسن فعل ہے۔دور رسالت مآب ﷺ میں حضرت حسان بن ثابت، کعب اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم وغیرہ اکثر و بیشتر نعتیہ اشعار پڑھتے تھے اور آپ ﷺ ان اشعار کو پسند فرماتے تھے لیکن نعت گوئی کی آڑ میں شرک کرنا ان نعت گو صحابہ سے ظاہر نہیں اور نہ ہی ان مقدس ہستیوں سے یہ ثابت ہے کہ انہوں نے نعت گوئی کو کاروبار بنایا ہو جیسے کہ آج کل کے تمام کے تمام نعت خوانوں کی نعت خوانی ایک نفع بخش کاروبار ہے۔نعت لکھنا اور پڑھنا صرف اس وقت تک جائز اور درست ہے جب تک کہ

[1] اس صلوٰۃ وسلام یا سپیکری درود اور خود بریلوی علماء سے اسکے ردّ کی تفصیلات جاننے کیلئے ہماری کتاب "قبولیتِ عمل کی شرائط" کا مطالعہ کریں۔مطبوعہ مکتبہ کتاب وسنت ریحان چیمہ، سیالکوٹ

اس میں نبی اکرم ﷺ کے محاسن وغیرہ بیان ہوتے رہتے ہیں لیکن جب شعراء نعت گوئی میں نبی اکرم ﷺ کے مناقب میں اس قدر مبالغہ کریں جیسا کہ درج ذیل اشعار میں کیا گیا ہے تو پھر یہ نعت گوئی کسی بھی طور پر جائز نہیں رہتی۔

یہ سب تمہارا کرم ہے آقا کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے
وہی جو مستویٔ عرش تھا خدا ہوکر اتر پڑا ہے مدینہ میں مصطفیٰ ہو کر
اللہ کے پلے میں وحدت کے سوا کیا ہے؟ جو کچھ ہمیں لینا ہے لے لیں گے محمد (ﷺ) سے

نعوذ باللہ! کیا اس سے بڑا بھی کوئی کفریہ کلمہ ہے؟ یہ حضرات اور خواتین سمجھتے ہیں کہ اس طرح کی نعت گوئی کارِ ثواب ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بدعت بلکہ شرک ہے اور بدعت کا ارتکاب کارِ جہنم ہے بالخصوص شرکیہ نعتیں لکھنے والے اور پڑھنے والے تو صد فیصد عذابِ الٰہی کو دعوت دینے والے ہیں۔

(۳۵) خود ساختہ درود پڑھنا (مقدّس، تاج، لکھی، ہزارہ وغیرہ):

احادیث شریفہ جن میں صحیح بخاری و مسلم اور دیگر کتب کی حدیثیں شامل ہیں ان میں جس درود کے پڑھنے کی تعلیم ہم امتیوں کو دی گئی ہے وہ صرف درود ابراہیمی ہے جیسا کہ درج ذیل واقعات سے ثابت ہے۔

عبدالرحمٰن بن ابی یعلی سے روایت ہے کہ کہا کعب بن عُجرہ رضی اللہ عنہ نے ملاقات کی مجھ سے اور مجھ سے کہا کہ کیا میں تمہیں ایک تحفہ نہ دوں جو کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے؟ میں نے کہا: ہاں کیوں نہیں مجھے یہ تحفہ دیجئے۔ کہنے لگے: ایک دفعہ ہم نے نبی ﷺ سے سوال کیا اور پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم آپ پر اور آپ کے اہلِ بیت پر کس طرح درود بھیجیں؟ بے شک اللہ نے ہمیں آپ پر سلام بھیجنا تو سکھا دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کہو:

((اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلیٰ آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ، اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلیٰ آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلیٰ اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ))

''اے اللہ! رحمت بھیج محمد ﷺ پر اور آپ کی آل پر جیسے کہ تو نے رحمت بھیجی ابراہیم علیہ السلام پر اور ان کی آل پر، بے شک تو تعریفوں اور بزرگیوں والا ہے۔ اے اللہ! برکت نازل فرما محمد ﷺ پر اور آپ کی آل پر جیسا کہ تو نے برکت نازل فرمائی ابرہیم علیہ السلام پر اور ان کی آل پر، بے شک تو تعریفوں والا اور بزرگی والا ہے''۔ ❶

برادرانِ اسلام! یہ وہ درود مبارک ہے جس کی تعلیم حق تعالیٰ شانہ نے بذریعۂ جبرائیل علیہ السلام اپنے حبیب کو دی اور آپ ﷺ نے یہ مقدس کلمات اپنے پیارے پیارے ہونٹوں اور برکت والی زبان سے ادا فرمائے اور اپنے صحابہ کو اس درود کی تعلیم دی۔ خود آپ ﷺ نے بھی اسی درود کو نماز پنجگانہ میں اپنا ورد بنایا۔ کیا اس درود سے بڑھ کر بھی کوئی درود ہوسکتا ہے؟ یہ کوئی جذباتی سوال نہیں بلکہ حقائق پر مبنی سوال ہے کہ کیا اس درود کے مقابلے میں کوئی اور درود پڑھنا (جس کی تعلیم بھی رسول اللہ ﷺ نے نہیں دی جس کے الفاظ بھی آپ ﷺ کی زبان مبارک سے نہیں نکلے اور جو صد فی صد خود ساختہ بھی ہے) کھلی بدعت نہیں ہے۔ وہ درود تاج ہو یا مقدّس درود لکھی ہو یا درود ہزاری ہو۔ الغرض ان میں سے کوئی درود پڑھنا ہرگز کارِ ثواب نہیں ہے۔

مسنون و بہتر کو چھوڑ کر مصنوعی کو اپنانا کم عقلی اور نادانی نہیں تو اور کیا ہے؟ نبی ﷺ

---

❶ صحیح بخاری مع الفتح ٦/٤٠٨، ٨/٥٣٢، ١١/١٥٢۔ صحیح مسلم مع النووی ٢/٤/١٢٦۔ مسند احمد مع الفتح الربانی ٤/٢٣۔٢٤ مشکوۃ، جلد اول، باب الصلوۃ علی النبی ﷺ وفضلها

کے تعلیم فرمودہ درود کو چھوڑ کر خود ساختہ درود پڑھنا اور ان کی ایجاد کرنا شریعت میں اپنی جانب سے اضافہ کرنا نہیں تو پھر اور کیا ہے؟

میرے بھائیو! ذرا غور کریں کہ کیا ایسے جعلی الفاظ رحمت و بزرگی میں ان الفاظ سے بڑھ کر تو کیا برابر بھی ہو سکتے ہیں جو پیارے نبی ﷺ کی پیاری زبان مبارک سے نکلے ہوں؟ کیا اللہ کے نزدیک ہمارے بنائے ہوئے الفاظ کا درود زیادہ مکرم ہے؟ یا خود اللہ کا تعلیم فرمودہ اور زبانِ رسالت مآب ﷺ سے نکلے ہوئے الفاظ والا درود شریف زیادہ مکرم اور محترم ہے؟

برادرانِ اسلام! یہ مسئلہ کوئی بہت زیادہ الجھا ہوا نہیں ہے بس ذرا غور کرنے کی بات ہے، جس دن آپ نے ان امور پر غور کر لیا ان شآء اللہ اسی دن سے یہ بدعات آپ سے چھوٹ جائیں گی اور آپ تحقیق کی راہوں پر چلتے ہوئے سنت و احادیث کو اپنا لیں گے کہ یہی ہمارا اصل ورثہ ہے اور یہی ہمارا اصل منہج ہے۔

(۳۶) انگوٹھے چومنا اور آنکھوں پر لگانا:

فرقۂ بریلویہ سے تعلق رکھنے والے نام نہاد اہل سنت جب کبھی رسولُ اللہ ﷺ کا نام نامی اسم گرامی سنتے ہیں تو دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں کو چومتے اور پھر آنکھوں پر لگاتے ہیں۔ یہ فعل صرف برصغیر ہی میں پایا جاتا ہے۔ اسے عربی اور دوسرے علاقوں سے تعلق رکھنے والے مسلمان مطلق نہیں جانتے ہیں لہٰذا ہم نے دیکھا ہے کہ جب کبھی کسی غیر ملکی مسلمان نے مسلمانان برصغیر کے اس فرقہ کی اس بدعت کا مشاہدہ کیا تو وہ ششدر رہ گئے کہ یہ کیسی جہالت ہے جس میں یہ نام نہاد اہل سنت گرفتار ہیں؟ ان کی حیرانگی کی وجہ یہ تھی کہ یہ لوگ اپنے زعم باطل میں خود کو اہل سنت کہتے ہیں جب کہ حقیقی اہل سنت کا طریق یہ ہے کہ جب وہ اپنے نبی ﷺ کا اسم گرامی سنتے ہیں تو فوراً آپ پر درود بھیجتے ہیں جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی بھی ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے:

((رَغِمَ اَنفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِندَهُ وفَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ)) ❶

”وہ شخص ذلیل ہو جائے جس کے سامنے میرا نام لیا گیا ہو پھر اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا۔“

آپ ﷺ کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو لوگ آپ ﷺ کا اسم مبارک سن کر آپ ﷺ پر درود نہیں بھیجتے وہ دنیا اور آخرت میں رسوا اور ذلیل ہونے والے ہیں۔ انگوٹھے چومنے والے اپنی خیریت کی فکر کریں کیونکہ وہ بھی اسی زمرے میں آتے ہیں۔ انگوٹھے چومنے کی روایات سب کی سب ضعیف اور نا قابل حجت ہیں۔ ❷

مسلمانو! اس ٹکسال میں صرف کھوٹے سکے ہی ڈھلتے ہیں۔ اگر اپنے ایمان کی فکر ہے تو آج ہی سب اس بدعت کو ترک کر دیں۔ اللہ کے رسول ﷺ کا ایک اور فرمان بھی اس سلسلے میں پڑھ لیں۔ چنانچہ حدیث میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((اَلْبَخِيلُ الَّذِيْ مَنْ ذُكِرْتُ عِندَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ)) ❸

”بخیل ہے وہ آدمی جس کے پاس میرا ذکر کیا گیا پھر اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا۔“ ❹

معلوم ہوا کہ نبی ﷺ پر درود نہ بھیجنے والے (جن میں انگوٹھے چومنے والے بھی شامل ہیں) نہ صرف اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے نزدیک ذلیل ہیں بلکہ بخیل بھی ہیں کہ آپ ﷺ کا

---

❶ ترمذی، مستدرك حاكم، صحيح ابن حبان۔ صحيح الجامع: ٣٥١٠، مشكوٰة: ٩٢٧

❷ اس موضوع کی تفصیلات کیلئے دیکھیئے ہماری کتاب ”درودِ شریف: برکات وفضائل اور احکام ومسائل“ مطبوعہ نورِ اسلام اکیڈمی، لاہور۔

❸ ترمذی، نسائی، ابن حبان، مسند احمد، مستدرك حاكم، صحيح الجامع: ٢٨٧٨، مشكوٰة: ٩٣٣

❹ ایک حدیث میں ((اِنَّ اَبْخَلَ النَّاسِ)) ”لوگوں میں سے سب سے بڑا بخیل“ کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ (فضل الصلوٰۃ علی النبی ﷺ لاسماعیل القاضی حدیث: ٣٧)

نام سن کر آپ ﷺ پر درود نہیں بھیجتے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ حقیقی درود کے منکر یہ لوگ، درود پڑھنے کے منکر یہ لوگ، اطاعتِ رسول ﷺ سے گریزاں یہ لوگ، سنتوں سے نفرت کرنے والے یہ لوگ، احادیث سے بے رغبتی رکھنے والے یہ لوگ، نبی ﷺ کی اطاعت کے مقابل امتیوں کی تقلید کرنے والے یہ لوگ، احادیثِ شریفہ کی تاویلات کرنے والے یہ لوگ یعنی ہر جرم کا ارتکاب کرنے والے یہ لوگ مگر گستاخِ رسول ﷺ صرف اہل حدیث ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ہاں گنگا الٹی بہتی ہے کہ اطاعت کرنے والے گستاخ اور اطاعت سے گریزاں عُشّاق کہلاتے ہیں۔ درود پڑھنے والے اہل حدیث ان کے نزدیک منکرینِ درود ہیں جبکہ بدعت میں الجھ کر درودِ حقیقی سے محروم یہ خود ہیں اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(۳۷) خود ساختہ دعائیں (گنج العرش، دعاء نور وغیرہ)

امتِ مسلمہ کے لیئے شاید وہ دعائیں ناکافی تھیں جو کہ مسنون دعائیں کہلاتی ہیں لہٰذا کچھ دعائیں ازخود بنالی گئی ہیں۔ ان بنانے والوں نے ازخود ان دعاؤں کا ثواب بھی مقرر کرلیا ہے۔ ان دعاؤں میں دعائے گنج العرش، دعائے کمیل، روزہ رکھنے کی دعا، دعائے عکاشہ، دعائے نور، دعائے مغنی، دعائے جمیلہ اور کئی دیگر دعائیں شامل ہیں۔ ان دعاؤں کے ایجاد کرنے والوں نے ان کے اس قدر فضائل لکھے ہیں کہ عوام کی اکثریت نے مسنون دعاؤں کو چھوڑ کر ان ہی دعاؤں کو اختیار کرلیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب کم محنت پر زیادہ اجر ملے گا تو کون ہوگا جو زیادہ محنت کرے؟ اور اس چکر میں پڑے کہ نبی ﷺ کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی مبارک ومسنون دعاؤں کو یاد کرے، اور یہ سبق بھی شیطان نے لوگوں کو پڑھایا ہے کہ آپ ﷺ کی دعاؤں سے زیادہ انہیں غیروں کی تعلیم کردہ دعائیں محبوب ہیں۔ وہ انہیں کے ورد کرتے اور انہی کی تسبیحات پڑھتے ہیں۔

مسلمانو! ذرا سوچیں تو سہی کہ کیا وہ الفاظ اللہ کے نزدیک زیادہ بابرکت ہوسکتے ہیں جو آپ کی زبان مبارک سے ادا ہوئے یا وہ الفاظ جو کسی امتی کی زبان سے ادا ہوئے؟ یہ

سوال بہت زیادہ مشکل نہیں ہے، امت مسلمہ میں کوئی بھی شخص خواہ کتنے ہی بڑے مرتبے والا کیوں نہ ہو، ہے تو وہ آپ ﷺ کا امتی لہٰذا اس کی بات اور اس کی دعا کیونکر درجہ وفضیلت میں نبی ﷺ کی دعاؤں سے بڑھ سکتی ہے؟ لہٰذا ان دعاؤں کو چھوڑ کر مسنون دعاؤں کو اپنا لیں یہی بہتر راستہ ہے۔ [1]

(۳۸) خود ساختہ وظائف:

خودساختہ دعاؤں کی طرح ہی ہمارے نام نہاد سنی بھائیوں نے بہت سے خودساختہ وظائف بھی ایجاد کرر کھے ہیں۔عوامِ اہل سنت کے جہلاء ان وظائف کا پڑھنا کارِثواب سمجھتے ہیں اور یہ بھی سمجھتے ہیں کہ ان وظائف کے سبب ان کے بگڑے ہوئے کام بن جاتے ہیں۔ ان وظائف میں سے کچھ وظائف تو بالکل شیطانی ہیں جیسے یا عزرائیل اور یا بدوح بدوح وغیرہ پڑھنا، یہ نہ صرف شرکیہ وظیفے ہیں بلکہ شیطانی بھی ہیں لیکن پڑھنے والوں کی جہالت کا ماتم کیجیئے کہ وہ ان وظائف کا پڑھنا کارثواب سمجھتے ہیں۔اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اسمائے حُسنیٰ کو بھی بطور وظیفہ پڑھنے کا نبی اکرم ﷺ کی کسی بھی حدیث سے پتہ نہیں ملتا۔ بہت سے سنی بھائی کئی کئی لاکھ مرتبہ یا اللہ وغیرہ پڑھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ شاید اس طرح وہ حق تعالیٰ کی معرفت حاصل کرر ہے ہیں۔اسی طرح بہت سے بھائی بہن یا سلام کا وظیفہ پڑھتے ہیں۔مجھ سے میری ایک رشتہ دار خاتون نے یا سلام کا وظیفہ پڑھنے کے متعلق پوچھا کہ اس وظیفہ کی کیا تاثیر ہے؟ میں نے کہا یہ وظیفہ عالم کو جاہل، عاقل کو غبی اور بینا کو نابینا بناتا ہے۔کیا یہ نری جہالت نہیں ہے کہ ہم اللہ کو یا سلام یا سلام کہہ کر لاکھ سوا لاکھ بار صرف پکارتے ہی رہیں لیکن اس سے آگے اس کی جناب میں کچھ بھی عرض نہ کریں۔ نبی اکرم ﷺ نے بھی اسمائے حسنیٰ کے ذریعے حق تعالیٰ کو پکارا لیکن اس کے ساتھ ساتھ اپنی غرض بھی اللہ کی جناب میں یہ فرماتے

[1] قرآنِ کریم اور صحیح احادیث کی چار سو کے قریب دعاؤں کیلئے دیکھیئے ہماری کتاب: مسنون ذکرِ الٰہی (دعائیں)''مطبوعہ مکتبہ کتاب وسنت ریحان چیمہ، سیالکوٹ۔

ہوئے پیش کی:

((یَاحَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ)) [1]

”اے زندہ رہنے والے! اے قائم رہنے والے! میں تیری رحمت کے ذریعے مدد چاہتا ہوں“۔

یہی طریق ہمارا ہونا چاہیئے کہ جو وظائف آپ ﷺ سے ثابت ہیں بس ان ہی کو پڑھیں اور جو وظائف آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہیں انہیں ہم فوراً چھوڑ دیں کہ ان کا پڑھنا کارِ ثواب نہیں ہے۔ کچھ بھائی جاہل پیروں اور ملاؤں کی باتوں میں آکر ایسے وظائف پڑھتے ہیں جن کے لیئے ساری ساری رات جاگنا بھی پڑتا ہے اور کبھی ایک ٹانگ پر کھڑے ہوکر بھی وظیفہ کرتے ہیں۔ یاد رکھیئے کہ ایک ٹانگ پر کھڑے ہوکر نمازیں پڑھنا اور وظیفے کرنا ہمارے نبی ﷺ کا طریقہ اور سنت نہیں بلکہ یہ اپنے آپ کو ایذا دینا اور حق تعالیٰ کے نزدیک گناہ ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ٥ تَصْلٰی نَارًا حَامِیَةً ٥﴾ (سورة الغاشية : ٣-٤)

”اپنے آپ کو سخت محنت و تکلیف میں ڈالنے والے بھڑکتی آگ میں داخل ہونگے“۔

کچھ سنی بھائی ایسے وظائف پڑھتے ہیں جن کے ذریعے قرآنی آیات کے موکّل اپنے قبضہ میں لے لیتے ہیں۔ یہ صد فیصد شیطانی وظائف ہیں۔ ان کے ذریعے کوئی موکّل اپنے قبضہ میں نہیں آتا لیکن شیطان ایسے لوگوں کو راہ حق سے ہٹانے اور احادیث و سنن سے دور کرنے کے لیئے وقتی طور پر ان کا تابعدار بن جاتا ہے لیکن ان کا تابعدار وہ صرف نام کی حد تک ہوتا ہے وگرنہ یہ تمام عاملین شیطان کی تابعداری کرتے ہیں اور اپنے زعم باطل میں یہ سمجھتے ہیں کہ ہم قرآنی آیات کے عامل ہوگئے ہیں پھر اس غلط فہمی کو اپنی رفعتِ مکانی سمجھتے ہیں۔

[1] سنن الترمذی

(۳۹) مسنون دعاؤں میں اضافے:

وہ تمام دعائیں جو کہ احادیثِ صحیحہ میں مرقوم ہیں ہمارے لیئے کافی وشافی ہیں لیکن ہمارے برصغیر میں بریلوی اور دیوبندی دونوں نے ان مسنون دعاؤں میں بھی اپنی جانب سے کئی کلمات بڑھا دیئے ہیں۔ان اضافوں کا یہی مطلب اخذ کیا جاسکتا ہے کہ ان حضرات کے نزدیک زبانِ رسالت مآب ﷺ سے نکلی ہوئی دعائیں ناقص اور ادھوری ہیں اسی لیئے ان حضرات نے دعاؤں میں اضافی کیئے۔ان اضافوں کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

① آذان کے بعد کی دعا احادیث شریفہ میں ان کلمات کے ساتھ وارد ہوئی ہے:

((اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّآمَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ آتِ مُحَمَّدَ ن الْوَسِيْلَةَ وَ الْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ ن الَّذِیْ وَعَدتَّهٗ)) ❶

جبکہ احناف کے دونوں گروہ اس دعا کو ان کلمات میں اضافوں کے ساتھ پڑھتے یوں ہیں:

((اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّآمَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ آتِ)) سَيِّدَنَا ((مُحَمَّدِ ن الْوَسِيْلَةَ وَ الْفَضِيْلَةَ)) وَ الدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ ((وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُوْدَ ن الَّذِیْ وَعَدتَّهٗ)) وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِنَّکَ لَاتُخْلِفُ الْمِيْعَادَ بِرَحْمَتِکَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ❷

② نماز کے بعد کے اذکار جو کہ احادیثِ شریفہ میں درج ہیں ان میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب نبی ﷺ سلام پھیرتے تو نہ بیٹھتے مگر اتنی مقدار کہ اس میں کہتے:

((اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ يَا ذَالْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ)) ❸

---

❶ رواه البخاری ،حدیث:٦١٤ ❷ نماز مترجم اوکاڑوی

❸ صحیح مسلم،مشکوٰۃ ۳۰۳/۱ علاّمہ البانی نے بھی ان اضافی کلمات کا ردّ شیخ جزری سے نقل کیا ہے۔اور انہیں بعض قصہ خوانی کرنے والوں کا اپنی طرف سے جعلی اضافہ قرار دیا گیا ہے۔

لیکن یہ دعا ہمارے برادران ان کلمات کے اضافوں کے ساتھ پڑھتے ہیں:

((اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ)) وَاِلَیْکَ یَرْجِعُ السَّلَامُ فَحَیِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَاَدْخِلْنَا دَارَالسَّلَامِ ((تَبَارَکْتَ)) رَبَّنَا وَ تَعَالَیْتَ ((یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ)) [1]

③ اسی طرح روزہ کھولنے سے قبل کی دعا جو کہ کتب احادیث میں ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

((اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ)) [2]

لیکن برادران احناف یہ دعا ان کلمات میں اضافوں کے ساتھ پڑھتے ہیں:

((اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ)) وَبِکَ آمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ ((وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ)) [3]

مذکورہ بالا مثالوں کے علاوہ ایسی اور بھی بیسیوں مثالیں ہیں لیکن بخوفِ طوالت میں انہیں درج نہیں کر رہا صرف انہی مثالوں کو بیان کیا ہے جو روزمرہ پڑھنے کی دعائیں کہلاتی ہیں۔

برادران سلام! انصاف سے کہیئے کہ کیا ان دعاؤں میں اضافہ کرنا اس امر کی نشاندہی نہیں کر رہا ہے کہ اضافہ کرنے والوں کے نزدیک یہ دعائیں ناقص اور ادھوری تھیں جبھی تو یہ اضافے کیئے گئے اس طرح دانستہ طور پر رسول اللہ ﷺ کی تعلیم فرمودہ دعاؤں میں تحریفات اور اضافے کیئے گئے۔ کیا ان حضرات پر وحی اتری تھی کہ انہوں نے اپنی جانب سے یہ کلمات بڑھائے؟ یا پھر یہ لوگ تعلیماتِ رسول ﷺ کو ناقص اور ادھورا سمجھتے ہیں کہ اپنے اضافوں سے اس کی تکمیل کر رہے ہیں؟ پھر یہ لوگ کس دیدہ دلیری سے اسی منہ سے عاشقانِ

[1] مترجم نماز، محمد شفیع اوکاڑوی

[2] ابو داؤد مرسلاً مشکوٰۃ ۱/۶۲۱ وقواہ البانی لشواھدہ

[3] بحوالہ مذکورہ کتابِ نماز

رسول بھی بنے پھرتے ہیں ❶ جس سے نبی ﷺ کی تعلیم فرمودہ دعاؤں کو پڑھنے کی بجائے اضافہ شدہ دعاؤں کو پڑھتے ہیں جبکہ یہ اضافے بدعت ہیں اور جعلی دعاؤں کو پڑھنا رسول اللہ ﷺ کی تعلیم فرمودہ دعاؤں کو ناقص اور ادھورا سمجھنا ہے۔اس سے بڑی گستاخیٔ رسول اور کیا ہوسکتی ہے؟ جو آج کل کے نام نہاد اہل سنت کر رہے ہیں۔

(۴۰) نماز، روزے اور وضو کی نیت زبان سے کرنا: ❷

ہمارے سنی بھائیوں سے اگر کوئی یہ پوچھتا ہے کہ سنی کسے کہتے ہیں؟ تو اکثریت جواب دیتی ہے کہ جو لوگ سن کر مسلمان ہوئے ہیں وہ سنی کہلاتے ہیں اسی لیئے ان بے چاروں کے ہاں قرآن وحدیث پر عمل کی بجائے ہمیشہ سنی سنائی باتوں پر عمل ہوتا ہے جو باپ دادا سے سن لیا اور مولویوں ملاّؤں سے سن لیا وہ عمل کے لیئے کافی ہے۔اس کی ایک مثال زبان سے نماز اور روزے کی نیت کرنا ہے۔ ہمارے یہ بھائی بہن جب نماز پڑھنے کے لیئے کھڑے ہوتے ہیں تو نماز پڑھنے سے پہلے یہ کلمات زبان سے ادا کرتے ہیں:

”نیت کی میں نے چار رکعت نماز ظہر کی واسطے اللہ تعالیٰ کے، منہ میرا کعبہ شریف کی طرف، پیچھے اس امام کے“۔

اگر نماز کوئی اور ہو تو اس کی وضاحت بصورتِ الفاظ ان کلماتِ نیت میں کی جاتی ہے۔میں نے احادیث شریفہ کی کتب میں سے ایک ایک کتاب کو چھان مارا مگر صحیح تو کیا کسی ضعیف سے ضعیف حدیث میں بھی مجھے یہ الفاظ یا ان سے ملتے جلتے عربی الفاظ نہیں ملے۔نہ کسی صحابی کے عمل سے ثابت ہے کہ وہ نماز سے قبل اس قسم کے الفاظ میں نیت کیا کرتے تھے،

❶ اللہ ورسول ﷺ سے محبت کیلیئے عشق کا لفظ قرآنِ کریم یا کسی صحیح حدیثِ شریف میں ہرگز وارد نہیں ہوا لہٰذا اس لفظ کا استعمال ترک کرنا چاہیئے کیونکہ یہ عشق معاشقہ کی گندی لوک داستانوں میں استعمال ہونے والا لفظ ہے۔

❷ اس موضوع کی تفصیلات کیلیئے دیکھیئے ہماری کتاب ”نماز وروزہ کی نیّت“ مطبوعہ مکتبہ کتاب وسنّت، ریحان چیمہ، سیالکوٹ

صرف ان دو باتوں سے ہی ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ کلماتِ نیت جو کہ زبان سے ادا کیئے جاتے ہیں یہ سراسر بدعت ہیں اور ان کلمات کو زبان سے ادا کرنے والے صد فیصدی بدعت پر عمل پیرا ہیں۔ نیت در حقیقت دل کے ارادہ کو کہتے ہیں اور اسی کے بارے میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ (سورة الملك:١٣)

''بے شک وہ سینوں میں چھپی باتوں کو جانتا ہے''۔

جب یہ واضح ہے کہ وہ ہماری نیتوں سے بے خبر نہیں ہے تو پھر ان کلمات کی ادائیگی عبث اور بے فائدہ ہے اسی باعث رسول اللہ ﷺ نے نہ تو خود کبھی زبان مبارک سے اس قسم کے کلماتِ نیت ادا کیئے ہیں اور نہ ہی آپ ﷺ نے اپنے تابعداروں کو ایسی تعلیم دی۔

نماز کی اس نیت کے مانند ان نام نہاد اہل سنت نے روزے کی ایک خود ساختہ نیت بھی بنالی ہے جو کہ نہ تو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے، نہ کسی صحابی کے قول سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ الفاظِ نیت یہ ہیں:

(وَبِصَوْمِ غَدٍ نَّوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ)

ان کلمات کو بدعت کہنے میں مجھے کوئی باک نہیں۔ اس لیئے کہ یہ خود ساختہ کلمات ہیں۔ افصح العرب ﷺ کی زبان مبارک سے ایسی گلابی عربی نہ تو کبھی سنی گئی اور نہ ہی نقل کی گئی۔ کچھ لوگ وضو کے موقع پر یہ کہتے سنے گئے ہیں:

''میں نیت کرتا ہوں واسطے نماز فلاں فلاں کے وضوء کی''۔ الغرض نیتوں کے یہ تمام کلمات مسنون نہیں ہیں۔ انہیں ان جاہلوں نے ایجاد کیا ہے جو عرف عام میں صوفیاء کہلاتے ہیں۔

وجہ ایجادِ بدعت یہ ہے کہ صحیح حدیث میں ہے:

((اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ)) [1] ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے''۔

لہٰذا ہر عمل سے پہلے اس کی نیت کرنا واجب ہوا۔

[1] صحیح بخاری، حدیث:١

میں کہتا ہوں کہ اگر تقاضائے حدیث یہی ہے تو صاحبِ حدیث نے ایسا عمل کیوں پیش نہیں کیا۔حدیث شریف کے معنٰی یہ ہیں کہ زبان سے اور ظاہری عمل سے جو کچھ کہا اور کیا جائے وہ عنداللہ ماجور نہیں بلکہ ارادۂ قلب بوقتِ عمل باعثِ اجروثواب ہے نہ کہ قول زبان، پس اس حدیث سے بھی اس امر کی تردید ثابت ہے۔اوراس میں کوئی شک نہیں کہ زبان سے نیت کرنا بدعت ہے۔

(۴۱) ندائے غیر اللہ:

غیراللہ کو پکارنا آج کل فیشن بنتا جارہا ہے کسی کی زبان پر یاغوث، یا پیردستگیر کی ندا ہے تو کوئی یاعلی یارسول اللہ یا حسین وغیرہ کے نعرہ لگارہا ہے۔دکانوں اور مکانوں میں کوئی ان نعروں کے اسٹیکر چپکائے بیٹھا ہے تو کوئی دیواروں پر ان شرکیہ کلمات کے طغرے آویزاں کیئے ہوئے ہے یہ سب کرنے والے وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو سنی یا اہل سنت کہتے ہیں۔ حالانکہ اس قسم کے نعرے اہل شرک واہل بدعت ہی لگاتے ہیں۔مدد کے لیئے اس طرح نداد ینا یہ صرف اللہ تعالیٰ اکیلے کے لیئے جائز ہے کسی مخلوق کو اس طرح ندادینا اوراس سے مدد طلب کرنا صریح شرک ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ کیا اس قسم کے نعروں کے اسٹیکر لگانا، ایسے نعروں کو لکھنا، قرآن وحدیث سے ثابت ہے؟ اگر ثابت ہے تو دلیل پیش کریں اور اگر نہیں ہے تو پھر اس بدعت سے باز آجائیں۔صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بڑھ کر آپ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرماں بردار، متبع، خیرخواہ اور چاہنے والے نہیں ہیں انہوں نے بھی نہ تو کبھی اس قسم کے نعرے لگائے اور نہ ہی دیواروں پر:

(اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہِ)

لکھا، نہ مکانوں پر لکھا اور نہ ہی اپنی کاروباری جگہوں پر اور نہ ہی کھیت کھلیانوں پر لکھا پھر ہمارے لیئے یہ امر کس نے ایجاد کرلیا؟ جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو فوت ہوچکے ہیں اور ایسے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آوازیں لگانا نری جہالت اور دیوانگی ہے۔صحابۂ کرام کا کردار ملاحظہ فرمایئے کہ

آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں بھی انہوں نے کبھی مدینہ منورہ یا مکۃ المکرّمہ میں اس قسم کے نعرے نہ تو لگائے اور نہ ہی مکانوں کی دیواروں اور دروازوں پر لکھے۔ پھر ہمارے لیئے اب یہ نعرے اور یہ ندا کہاں سے جائز ہوگئی اور کس نے جائز قرار دی ہے؟

(۴۲) سر پہ اور کتھئی رنگ کا صافہ باندھنا:

آج کل ایک نئی قسم کے مولوی ''ایک فیکٹری'' سے تیار ہو کر نکل رہے ہیں۔ اس فیکٹری میں تیار شدہ مولوی کتھئی رنگ کا عمامہ سر پر باندھتا ہے اور کہتا ہے کہ عمامہ باندھنا سنت ہے۔ جمعرات کے دن اس فیکٹری میں یہ سارے کتھئی پگڑی والے اکٹھے ہوتے ہیں ہمیں اس بات سے کوئی سروکار نہیں کہ یہ جمعرات کو وہاں جمع ہوکر کیا کرتے ہیں؟ اور کیا نہیں کرتے۔ یہ ان کا اپنا مسئلہ ہے لیکن ہمیں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ کتھئی رنگ کا عمامہ باندھنا بدعت ہے جبکہ یہ حضرات اسے سنت کہتے ہیں لیکن دلیل کیا دیتے ہیں وہ ایک لطیفے سے کچھ کم نہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سبز، سرخ اور سیاہ رنگ کے کپڑے استعمال کیئے ہیں لہٰذا ہم نے ان تینوں رنگوں کے آپس میں ملنے پر جو رنگ بنتا ہے (جو کتھئی کہلاتا ہے) اسے پکڑ لیا ہے۔ اس طرح کتھئی رنگ کا صافہ باندھنے سے تینوں رنگوں کو باہم ملا کر ملنے والے ایک رنگ کے استعمال سے ان تینوں رنگوں کے استعمال کرنے کی سنت پر عمل ہو جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ:

① رسول اللہ ﷺ سے کرتا، چادر اور تہبند کا بطور لباس پہننا ثابت ہے۔ آپ ان تینوں لباسوں کو ایک کر کے میکسی یا ساڑھی بنا کر کیوں نہیں پہن لیتے ہیں؟

② دوسری بات یہ کہ رسول اللہ ﷺ سے بیٹھ کر پیشاب کرنا ثابت ہے اور بوقتِ ضرورت کھڑے ہوکر کرنا بھی ثابت ہے آپ لوگ ان دونوں کاموں کو آپس میں ملا کر ایسا کیوں نہیں کر لیتے کہ آدھا پیشاب بیٹھ کر کریں اور آدھا کھڑے ہوکر کریں تا کہ دونوں سنتوں پر عمل ہو جائے۔

③ تیسری بات یہ کہ رسول اللہ ﷺ سے بیٹھ کر پانی پینا اور کبھی کھڑے ہو کر پینا بھی احادیثِ شریفہ سے ثابت ہے آپ لوگ ان دونوں سنتوں کو ملا کر ایک سنت کیوں نہیں بنا لیتے؟ میرا مطلب ہے کہ آدھا پانی بیٹھ کر اور آدھا کھڑے ہو کر پی لیا کریں دونوں سنتوں پر عمل ہو جایا کرے گا۔

④ چوتھی بات یہ کہ رسول اللہ ﷺ سے کھلی جگہ خلافِ قبلہ رخ اور چار دیواری کے اندر قبلہ رخ قضائے حاجت کرنا بھی احادیث شریفہ سے ثابت ہے۔ آپ لوگ ان دونوں سنتوں کو ملا کر اس طرح ایک کیوں نہیں کر دیتے کہ نصف قضائے حاجت قبلہ رخ ہو کر اور نصف خلافِ قبلہ رخ ہو کر کر لیا کریں۔ آخر اس صورت میں بھی تو دونوں سنتوں پر عمل ہو جاتا ہے۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ کوئی بھی کتھئی صافہ باندھنے والا ان سنتوں پر اس طرح عمل نہیں کرے گا کیونکہ اگر یہ سنت کے ہی شیدائی ہوتے تو عمامہ وہ باندھتے جو اللہ کے رسول ﷺ نے باندھا تھا، کوئی نیا رنگ ایجاد نہ کرتے جو کہ سراسر بدعت کے زمرے میں داخل ہے اور مجھے اس بات پر شدید حیرت ہے کہ یہ کتھئی پگڑی والے کل تک ہم سے لڑا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمارا کتھئی رنگ کا صافہ مسنون ہے، اب ان لوگوں نے اپنے سالانہ اجتماع کے بعد سے گنبدِ خضریٰ کی مناسبت سے سبز رنگ کا صافہ باندھنا شروع کر دیا ہے یا سبز رنگ کی ٹوپی پہنتے ہیں۔ بہر صورت معلوم ہوا کہ یہ لوگ اپنی خواہشات اور ہوائے نفس کی پیروی کرتے ہیں، انہیں نہ سنت سے سروکار ہے نہ صاحبِ سنت سے غرض ہے۔

(۴۳) سلسلہ ہائے طریقت:

یہ حکایت بھی ہمارے برصغیر میں بہت مشہور ہے کہ شریعت اور طریقت دونوں سے مل کر اسلام بنتا ہے گویا اسلام نہ ہوا بھان متی کا کنبہ ہوا کہ جب تک شریعت میں مقلدوں کے چار امام اور رافضیوں کے بارہ امام شامل نہ ہوں شریعت ادھوری۔ اسی طرح جب تک طریقت میں تمام روحانی سلسلے شامل نہ ہوں طریقت ادھوری۔ لغت میں شریعت اور طریقت

تقریباً ہم معنیٰ اور مترادف الفاظ ہیں مگر مذہبی جعلسازوں نے ان دونوں کو جدا جدا کر دیا ہے۔تقلید کے باب میں شریعت کے ناخداؤں کا ذکر شروع میں ہی گزر چکا ہے۔اس باب میں طریقت اور اس کے سلسلوں کے متعلق کچھ عرض کرنا مقصود ہے۔ اس وقت جو سلسلے ہمارے درمیان پائے جاتے ہیں ان میں سے چند مشہور سلسلوں کے نام یہ ہیں: نقش بندی، چشتی، قادری، سہروردی، نظامی، گولڑوی، رضوی، اشرفی، قلندری، کچھوچھوی، صابری، گولڑوی، الوری، راشدی، وارثی، واسطی اور براری وغیرہ وغیرہ۔

ان سلسلوں سے تعلق رکھنے والے افراد کو یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ طریقت کے ان سلسلوں میں شامل ہونا اور کسی بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کر کے مدارجِ روحانیت کا سفر طے کرنا سنت ہے۔لیکن یہ محض ایک دعویٰ ہے قرآن اور حدیث میں اس بات کا اشارہ تک نہیں ملتا ہے کہ رسولُ اللہ ﷺ نے ایسا کوئی حکم فرمایا ہو۔ کہا جاتا ہے کہ ان تمام سلسلوں کی انتہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذاتِ گرامی پر ہوتی ہے مگر احادیث شریفہ میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ یہ تمام سلسلے بدعت ہیں ان کے امام اور خلیفہ اور مریدانِ خوش عقیدت سب کے سب پکے بدعتی اور گمراہ لوگ ہیں۔ یہ سلسلے اولیاء اللہ سے بھی ثابت نہیں ہیں۔مثلاً قادری سلسلے کا کوئی ثبوت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے اور آپ کی سوانح مبارکہ سے نہیں ملتا ہے۔یہی حال دوسرے سلسلوں کا ہے۔ باقی جو روایات ہیں وہ سب جھوٹی اور حقیقت سے کوسوں دور ہیں۔ ان سلسلوں کے ذریعے بدعت کی تعلیم دی جاتی ہے۔قوالی اور گانے وغیرہ کی تعلیم سازوآواز کے ساتھ اس پر مستزاد ہے۔جس خانقاہی نظام میں یہ سلسلہ ہائے طریقت پھل پھول رہے ہیں وہ بھی ایک لعنت اور بدعت ہے۔اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی امت کی تعلیم کے لیئے خانقاہ نہیں بلکہ مسجد تعمیر فرمائی تھی۔اسلام میں اصل مرکز مسجد ہے۔مگر خانقاہی سلسلوں نے عوام کو مساجد سے دور اور مقابر کے قریب کر دیا ہے بلکہ یہ خانقاہیں ہندو آشرموں کے نظام پر قائم ہوئی ہیں ان کی تعلیمات بھی ہندوؤں کی تعلیمات سے ملتی جلتی ہیں۔حلول اور وحدۃ

الوجود کا عقیدہ اصلاً ہندو عقیدہ ہے۔

یہ خانقاہی ڈاکو آپ کی دولت ایمانی پر شب و روز ڈاکہ ڈال رہے ہیں۔ آپ کو اصل ایمان باللہ اور اتّباعِ رسول ﷺ سے دور کر کے شرک و بدعات کی ظلمتوں میں غرق کر رہے ہیں بلکہ ان میں سے کچھ تو دولت ایمانی پر ڈاکے ڈالنے کے ساتھ ساتھ دولت دنیاوی پر بھی ہاتھ صاف کر رہے ہیں۔

(۴۴) قوّالیاں: [1]

عبادت کی یہ انوکھی قسم صرف مسلمانانِ برصغیر ہی میں مروج اور انہی کی ایجاد کردہ ہے۔ جس میں شیطان کی ذریت ڈھول، تاشے، باجے، راگ ساز اور تالیاں پھٹکارتے ہوئے کبھی اللہ تعالیٰ کی حمد، کبھی نبی اکرم ﷺ کی نعت اور کبھی اولیاء اللہ کی منقبت پڑھتی ہے۔ قوالی کی محافل ہمارے نام نہاد سنی مسلمان ثواب دارین کے حصول کے لیئے منعقد کرتے ہیں۔ ان محافل میں اکثر روحانی سلسلوں کے پیرو مرشد بلائے جاتے ہیں۔ ان کی صدارت میں یہاں شیطان کے ایجنٹ قوالوں کی شکل میں قوالیاں گاتے ہیں۔ یہ قوالیاں نہ صرف شرکیہ الفاظ سے بھری ہوتی ہیں بلکہ ان میں بے حیائی کا بھی بھرپور مظاہرہ کیا جاتا ہے کبھی کبھی شمع رسالت کے نام نہاد اور بے حیا پروانے شرم و حیا سے عاری ہو کر سرِ محفل ناچنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس رقصِ بے ہنگم کا احترامی نام اہلِ طریقت نے وجد اور حال رکھا ہوا ہے اس کے معنیٰ یہ سمجھے جاتے ہیں کہ صاحب وجد اس وقت عالم معرفت میں ہے، عبد اور معبود کے درمیان سے تمام حجابات اس وقت دور ہو چکے ہیں۔ جس کیفیت سے کبھی محبوبِ ربِّ دو جہاں بھی دوچار نہ ہوئے اس کیفیت سے قوالی کی ان محافل میں یہ حضرات اکثر دوچار ہو جاتے ہیں۔ رب کی

---

[1] ساز و آواز، گانا و موسیقی اور محافل سماع و قوّالی کی شرعی حیثیت کی تفصیل کیلئے دیکھیئے ہماری کتاب ''ساز و آواز یا گانا و موسیقی'' مطبوعہ مکتبہ کتاب و سنّت، ریحان چیمہ و مدرسہ اصلاح المسلمین، بہار۔

معرفت حاصل کرنے کا یہ آسان طریقہ اگر کونین کے تاجدار کو بھی معلوم ہو جاتا تو آپ ﷺ کیوں اٹھارہ دن تک وحی کے انتظار میں رہتے۔ایک محفلِ قوالی کراتے اور حق تعالیٰ سے ڈائریکٹ کال ملا لیتے۔

میرے سنی بھائیو! اللہ کے محبوب کا یہ فرمانِ عالی شان ہے:

''میں آلاتِ موسیقی کو مٹانے کے لیئے بھیجا گیا ہوں''۔

دوسری طرف ہم آلاتِ موسیقی کے ساتھ طبلوں کی تھاپ پر نعتیں پڑھیں تو کیا ہم نے فرمانِ مصطفیٰ ﷺ پر عمل کیا یا اس کی مخالفت کی؟

ذرا غور فرمایئے کہ قوالیاں گانے والے بھانڈ اور گویئے خود کو عاشقانِ رسول ﷺ کہتے ہیں۔کیا محبتِ رسول ﷺ کے یہی تقاضے ہیں کہ آپ ﷺ کے فرامینِ مبارکہ اور سنتوں کی مخالفت کی جائے؟ کیا قوالیوں کی یہ محافل ثوابِ دارین کے حصول کا ذریعہ بن سکتی ہیں؟ جہاں ناچ گانا ہوتا ہو اور قرآن و حدیث کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہوتی ہو؟ کیا اس کا ثبوت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی ملتا ہے کہ انہوں نے کبھی اس طرح ڈھول تاشے بجائے ہوں اور حال کھیلے ہوں؟ نہیں! اللہ کی قسم کسی صحابئ رسول ﷺ نے یہ جاہلانہ کام ہرگز نہیں کیا پھر آج کا سنی مسلمان کیونکر وہ کام کر رہا ہے؟ جس کا ثبوت کسی بھی سنتِ رسول ﷺ سے نہیں ملتا ہے۔طرہ یہ بھی ہے کہ انکے نزدیک قوالی کی یہ محافل تبلیغِ دین کا ایک ذریعہ ہیں۔یہ بات میں نے ایک شیطانی چیلے قوال کے انٹرویو میں پڑھی تھی۔اس نے کہا تھا کہ امریکہ اور کینیڈا میں جب ہم نے قوالی کی تو بہت سے انگریزوں نے اس پر دھمال ڈالی جو کہ اسلام کی حقانیت کا ایک ثبوت ہے۔میرے بھائیو! ذرا غور کریں کہ انگریزوں کے رقص کرنے کو یہ شیطان کا چیلا حقانیتِ اسلام سمجھتا ہے۔اگر اسلام کی حقانیت یہی ہے تو پھر یہ وہ اسلام نہ ہوا جو کالی کملی والے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے عرب و عجم پر پیش کیا تھا جس کی تعلیمات میں ((اَلْحَیَاءُ

مِنَ الْإِیْمَانِ)) ❶ بھی داخل ہے۔اگر یہ ناچ گانا اسلام ہے تو پھر شرم وحیا کیا ہے؟اور اگر شرم وحیا جزو اسلام ہے تو پھر اس ناچ گانے کی اسلام سے کیا مطابقت ہے؟

قوالی کی محافل سوائے بدعت کے اور کچھ نہیں۔ان کا انعقاد کرنے والے،ان میں قوالیاں گانے والے اور قوالیوں کو سننے والے شیطان کے بھائی ہیں۔اس ناچ گانے کی محفلِ مجرا کو جس میں نام نہاد عاشقانِ رسول دھمال ڈالتے اور وجد کرتے ہیں محض محفل سماع کہہ دینے سے اس میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوتا۔طوائفیں کوٹھوں پر محفل سماع اور مجرا کرتی ہیں اہلِ جذب و اہلِ تصوّف اور اہلِ خانقاہ ان محافل میں قوالی کی صورت میں مجرا کرتے ہیں۔اور دونوں محافل میں کوئی فرق سوائے اس کے نہیں کہ کوٹھے پر زنانہ مجرا ہوتا ہے اور محفل سماع یعنی قوالی میں مردانہ مجرا ہوتا ہے۔اور یہ کارِ عذاب ہے کارِ ثواب نہیں ہے۔بہت سے نام نہاد سنی قوالی کی محفل کو دین کا جزو سمجھتے ہیں ابھی کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے ہمارے شہر میں جاہلوں کی ایک تنظیم کی طرف سے صدر ریگل چوک کے علاقہ میں چند منشیات کے عادی ملنگوں اور تلنگوں نے احتجاجی دھمال ڈالی اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ ٹی وی پر اولیاء کے عرس کی تقریبات اور قوالی کی محافلِ سماع بھی وقتاً فوقتاً دکھایا کرے۔ان ملنگوں اور جاہل سنی لوگوں کے نزدیک قوالی کی حیثیت عبادت کی ہے۔اس سلسلہ میں چند روایات بھی سینہ بہ سینہ عوام میں چلی آرہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ محافلِ سماع میں شرکت فرماتے ہیں اور قوالیاں بڑی رغبت سے سنتے ہیں حالانکہ ان روایات کی کوئی حقیقت نہیں ہے کیونکہ آلاتِ موسیقی سے آپ ﷺ بے انتہا نفرت فرماتے تھے آپ ہی کا ارشاد گرامی ہے:

((اَلْجَرَسُ مِنْ مَزَامِیْرِ الشَّیْطَانِ)) ❷

---

❶ صحیح بخاری،مسلم،ابو داؤد،ترمذی،نسائی،ابن ماجه،مسند احمد،معجم طبرانی کبیر،الادب المفرد امام بخاری،شعب الایمان بیهقی، مستدرك حاكم،صحیح الجامع:۳۱۹۷،۳۱۹۸،۳۱۹۹

❷ مختصر صحیح مسلم:۱۳۹۱،ابو داؤد،مسنداحمد،صحیح الجامع:۳۱۰۷

''گھنٹیاں شیطانی باجے ہیں''۔

پھر یہ کیوں کر ممکن ہے کہ ایک طرف آپ ﷺ کی تعلیمات موسیقی کے خلاف ہوں اور دوسری جانب بر غبت آپ ﷺ موسیقی بھی سنا کرتے ہوں؟ کیا یہی اسوہ ٔرسول ﷺ ہے جسے محافل سماع والے ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں۔

برادرانِ اسلام! قوالی کی محافل جو محفلِ سماع بھی کہلاتی ہیں سوائے بدعت کے اور کچھ نہیں۔ ان کے ذریعہ دین کی نہیں بلکہ شیطان کی خدمت کی جارہی ہے۔ اپنے ایمان کی فکر کریں اور ان خرافات سے جلد از جلد اپنا دامن چھڑائیں۔

(٤٥) تعویز گنڈے:

امت مسلمہ کی ایک بڑی تعداد بالخصوص برصغیر پاک و ہند میں تعویذ گنڈے میں مبتلا نظر آتی ہے۔ جسے دیکھو کہیں گلے میں تعویذ لٹکے ہوئے ہیں کہیں بازو پر بندھے ہوئے ہیں کہیں شرعی تعویذ بن رہے ہیں تو کہیں شرکیہ تعویذوں کا کاروبار ہورہا ہے اور کہیں سفلی جنتر منتر اور تعویذ بنائے جارہے ہیں اور کرنے والے سب ماشاءاللہ مسلمان ہیں۔ تعویذ چاہے شرعی ہو یا شرکیہ ہو یا سفلی ہو بہرحال اس کا گلے میں لٹکانا اور بازو وغیرہ پر باندھنا اللہ کے رسول ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔ اس اعتبار سے یہ بدعت ہے۔ لیکن اگر کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ تعویذ شفا دیتا ہے وہی دکھ، تکلیف اور غم دور کرتا ہے تو پھر یہ شرک ہے۔ ہوسکتا ہے کہ تعویذاتِ شرعیہ لکھنے والوں کو یہ تحریر ناگوار گذرے لیکن ہمیں حق بیان کرنا ہے اور یہ نہیں دیکھنا ہے کہ کون شرعی تعویذ لکھ رہا ہے اور کون غیر شرعی لکھ رہا ہے، مجھے صرف یہ سمجھانا مقصود ہے کہ نہ تو اللہ کے رسول ﷺ نے تعویذ لکھے نہ اپنے بازوئے مبارک پر باندھے، نہ اپنے گلے میں لٹکائے۔ آپ ﷺ سے جھاڑ پھونک (دم کرنا) آیات یا حدیث کی دعائیں پڑھ کر پھونکنے کا ثبوت تو احادیث میں ملتا ہے لیکن بقیہ مذکورہ امور ثابت نہیں۔ اسی باعث میں کہتا ہوں کہ تعویذ باندھنا اور لٹکانا بدعت ہے۔

(۴۶) ختمِ قرآن مجید:

برصغیر کے نام نہاد سنی گھرانوں میں ایک بدعت ختم قرآن مجید نام کی بھی پائی جاتی ہے اس کا طریقہ قرآن خوانی کی طرح ہی ہوتا ہے لیکن قرآن خوانی سے یہ مختلف ہوتا ہے۔ قرآن خوانی میں تو کوشش کی جاتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ قرآن پڑھ لیئے جائیں مگر ختم قرآن مجید کی محفل میں صرف ایک قرآن پڑھا جاتا ہے اس کے اجزاء محفل کے حاضرین میں تقسیم ہو جاتے ہیں پھر ختم شریف کے بعد جس مقصد کے لیئے یہ ختم کرایا جاتا ہے اس کے پورا ہونے کی دعا کی جاتی ہے۔ کہیں کہیں ختم قرآن کی محافل میں تبرک بھی تقسیم کیا جاتا ہے بظاہر تو قرآن مجید کا پڑھنا ایک اچھا اور قابل تعریف فعل ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس انداز سے پڑھنا نبی اکرم ﷺ سے ثابت بھی ہو۔ جبکہ احادیثِ شریفہ میں یہ ثبوت کہیں نہیں ملتا کہ آپ ﷺ یا آپ ﷺ کے صحابہ نے دفعِ مشکلات کے لیئے کبھی ختم قرآن مجید کرایا ہو جب آپ ﷺ سے اس کا ثبوت نہیں ہے تو پھر ہمیں کس نے یہ حق دیا کہ دین میں اس طرح کے نئے نئے امور ایجاد کریں۔ اگر ہم اللہ اور رسول ﷺ کی رضا مندی چاہتے ہیں تو ہمیں فوراً یہ بدعت بھی ترک کر دینا چاہیئے۔

(۴۷) ختمِ آیتِ کریمہ:

مصیبت کے موقع پر آیت کریمہ کا ورد اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر حضرت یونس علیہ السلام کی سنت مبارکہ ہے اور ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ جو کوئی بھی اس آیت کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے گا اللہ اس کی بھی حاجت روائی فرمائے گا۔ چنانچہ دفعِ شر اور دفعِ بلیّات کے لیئے آیت کریمہ پڑھنا احکام الٰہی کے تحت جائز ہے مگر اس کے پڑھنے میں نت نئے لوازمات اختیار کرنا۔ سوا لاکھ بار پڑھنا، اجتماعی طور پر پڑھنا، کھجور کی گٹھلیوں پر، باداموں یا تسبیحوں کے دانوں پر پڑھنا پھر اجتماعی طور پر دعا مانگنا وغیرہ یہ طریقہ حضرت یونس علیہ السلام کا نہ تھا بلکہ ان کا

طریقہ یہ تھا کہ تعداد متعین کیئے بغیر جب تک مصیبت دور نہ ہو اپنے طور پر آیت کریمہ پڑھتے رہنا چاہیئے اور یہی از روئے قرآن وحدیث جائز اور درست ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں مسلمانوں پر اور خود آپ ﷺ پر بھی بڑی بڑی مشکلیں اور مصیبتیں آئیں۔ اور آپ ﷺ بیمار بھی ہو گئے مگر آپ ﷺ نے ایک مرتبہ بھی آیت کریمہ کا ختم نہیں کروایا۔ ختم آیت الکریمہ بھی ختم قرآن، ختم بخاری اور دیگر ختموں کی طرح ایک بدعت ہے۔ دفع مصیبت کے لیئے آیت کریمہ انفرادی طور پر غیر متعین تعداد میں پڑھنی چاہیئے لیکن فی زمانہ مروجہ صورت میں اس کا ختم محض بدعت ہے۔

(۴۸) ختمِ یٰسین شریف:

ایک اور ختم جسے ہمارے نام نہاد سنی احباب نے قرآن مجید ہی سے نکالا ہے جو ختم یٰسین شریف ہے۔ یہ ختم اس وقت پڑھتے ہیں جب کوئی آدمی زیادہ بیمار ہو اس کے اہل وعیال اس کے پاس جمع ہو کر ۴۱ بار سورہ یٰسین پڑھتے ہیں کہ یا تو اس ختم سے مریض شفایاب ہو جائے گا یا پھر اس کی سختی اس پر آسان ہو جائے گی۔ ختم یٰسین بھی اجتماعی طور پر پڑھا جاتا ہے ایک آدمی یہ اکیلا ختم نہیں کرتا۔ بلکہ سب لوگ مل کر اکیالیس بار یٰسین شریف پڑھتے ہیں یہ طریقہ بھی احادیثِ شریفہ سے ثابت نہیں۔ نبی کریم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا شدید بیمار ہوئیں یہاں تک کہ وہ وفات پا گئیں مگر آپ ﷺ نے ختم یٰسین نہیں کروایا۔ پھر متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور آپ ﷺ کے اہل بیت بھی کئی بار صاحب فراش ہوئے مگر نہ آپ ﷺ نے یٰسین شریف کا ختم کروایا اور نہ ہی آپ ﷺ کے صحابہ نے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ ختم بھی بدعت کے سوا کچھ نہیں ہے اور اسے بھی ترک کر دینا ہمارے لیئے لازم ہے۔

(۴۹) ختمِ خواجگان:

یہ ختم بھی ہمارے سنی بھائیوں کا ایجاد کردہ ہے اور افسوس ہے کہ سنی عوام بجائے اسکے کہ سنتوں پر عمل پیرا ہوں بدعتیں ایجاد کر رہے ہیں، جب انہیں کوئی مشکل درپیش ہوتی ہے یا مرض سے صحت یابی مقصود ہوتی ہے تو اللہ کا سہارا پکڑنے کی بجائے جواجگانِ چشت و نقشبند وغیرہ کے سہارے پکڑتے ہیں اور اس ختم کا اہتمام کرتے ہیں جو کہ ختمِ خواجگان کے نام سے معروف ہے۔ یہ ختم نہ صرف جاہل سنی عوام میں بے حد عقیدت کے ساتھ منعقد کیا جاتا ہے بلکہ صوفیوں میں بھی اکثر خانقاہوں پر اس کا بڑے اہتمام سے انعقاد کیا جاتا ہے اور اس عقیدے کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ یہ بزرگانِ چشت یا نقش بند ہماری حاجت روائی کریں گے اور دفعِ مصیبت کے لیئے ہماری کارسازی کریں گے۔

مَیں کہتا ہوں کہ اللہ اگر اپنے کسی بندے کو آزمائش میں ڈالنا چاہے تو پھر خواجگانِ چشت اور نقشبند تو کیا ساری دنیا کے خواجگان کے بھی ختم کر لیئے جائیں تو بھی یہ سب مل کر تقدیر الٰہی کو ٹال نہیں سکیں گے۔ پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ ختمِ خواجگان ایک کھلی بدعت ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ بدعت اور بدعتیوں سے بیزار ہے۔

(۵۰) بسم اللہ کرنا:

بچوں کو قرآن مجید پڑھانا ہمارے فرائض میں شامل ہے کیونکہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ نے اسی مقصد کے لیئے نازل فرمایا ہے کہ ہم اور ہماری اولادیں بھی اسے پڑھیں اور اس پر احادیثِ شریفہ کی تشریحات وتوضیحات کی روشنی میں عمل کریں۔ لہٰذا بچوں کا قرآن پڑھنا کوئی خوشی کی تقریب نہیں لیکن ہمارے نام نہاد سنی احباب نے یہاں بھی ایک تقریب اور ایک بدعت بسم اللہ کے نام سے ایجاد کر رکھی ہے وہ یہ کہ جب بچہ چار سال چار ماہ اور چار دن کا ہو جائے تو اس کی بسم اللہ کی جاتی ہے۔ کچھ فیشن ایبل گھرانوں میں سال و ماہ کی قید کا خیال

نہیں رکھا جاتا ہے لیکن نام نہاد سنی حضرات کے دین دار گھرانوں میں سال و ماہ و ایام کا نہایت شدت سے خیال رکھا جاتا ہے۔ اور بسم اللہ کی تقریب میں شرکت کرنا ثواب دارین کا حاصل کرنا ہوتا ہے۔ یہی دعوت ناموں پر لکھا جاتا ہے کوئی مشہور قاری یا مولوی آ کر بچے یا بچی کو بسم اللہ شریف پڑھاتا ہے اور ساتھ ہی کوئی ایک آدھ آیت یا چھوٹی سی کوئی سورت پڑھاتا ہے۔ پھر مبارک سلامت کا شور اور میلا دو غیرہ شروع ہو جاتی ہے۔ میں نے احادیث اور تاریخ کی تقریباً تمام ہی کتابیں دیکھ ڈالیں مگر مجھے کہیں بھی یہ نظر نہیں آیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بڑے نواسے علی رضی اللہ عنہ بن زینب رضی اللہ عنہا اور نواسی عمامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا کی بسم اللہ کروائی ہو۔ یا اپنی منجھلی صاحبزادی رقیہ رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فرزند عبداللہ بن عثمان رضی اللہ عنہما کی بسم اللہ کروائی ہو۔ یا آپ کی تیسری صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بڑے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ، اور بڑی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور چھوٹے بیٹے حضرت حسین رضی اللہ عنہ وغیرہ جو کہ آپ ﷺ کے نواسے نواسیاں تھے ان کی بسم اللہ کروائی ہو۔ اس طرح نہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے پھر ہم کون ہوتے ہیں اپنی جانب سے بسم اللہ کی بدعت ایجاد کرنے والے؟

برادرانِ اسلام! یا تو صاف کہہ دیں کہ ہم شریعت خود بناتے ہیں یا پھر ان بدعات کو پاؤں کی ٹھوکر پر رکھ دیں اور صرف وہی کریں جس کا اللہ اور رسول ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے۔

(۵۱) آمین:

ایک آمین تو وہ ہے جسے اگر امام کے پیچھے کوئی باآواز بلند کہہ دے تو لوگ اسے مارنے پر تیار ہو جاتے ہیں حالانکہ احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ یہ آمین کہنا سنتِ رسول ﷺ اور سنت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہے لیکن جس آمین کا ثبوت نہ رسول اللہ ﷺ سے ملتا ہے نہ آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے، اسے ہمارے نام نہاد سنّیوں نے نہ صرف دل سے بلکہ

اپنے کلیجوں سے بھی لگا رکھا ہے وہ یہ کہ جب بچہ پورا قرآن مجید پڑھ لیتا ہے تو کوئی قاری یا مولوی بلوایا جاتا ہے۔ اہتمامِ تقریب ہوتا ہے پھر قاری یا مولوی بچے کو سورۂ فاتحہ پڑھاتا ہے جس کے آخر میں بچہ آمین کہتا ہے اس طرح یہ محفلِ ثوابِ دارین انعقاد پذیر ہوتی ہے۔ اس محفل میں بھی بسا اوقات اہتمامِ میلاد شریف ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں جاہل گھرانوں میں ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ لڑکی کی آمین اس کی شادی کی موقع پر کی جاتی ہے۔ قرآن ختم کرنے کے بعد نہیں کی جاتی۔ عین رخصتی کے موقع پر لڑکی کی استانی بلائی جاتی ہے وہ آکر لڑکی کو سورۂ فاتحہ پڑھاتی ہے اور آخر میں لڑکی آمین کہہ دیتی ہے۔

مَیں یہ کہتا ہوں کہ یہ دونوں طریقے جہلاء کے ایجاد کردہ ہیں نہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی اولاد کی آمین کی نہ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس کی تعلیم دی نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایسے عمل ایجاد کیئے، نہ مقلدوں کے اماموں سے ایسے احکام ثابت ہیں پھر کون ہے جس نے دین کے نام پر یہ ساری خرافات ایجاد کی ہیں؟

میرے بھائیو! یہ شیطان اور اس کے چیلوں کی ایجاد کردہ اور انہی کی پھیلائی ہوئی بدعات ہیں کیا ان پر عمل کرنا شیطان کی تابع داری کرنا نہیں ہے؟

(۵۲) روزہ کشائی:

روزہ رکھنا ہر عاقل و بالغ مسلمان پر فرض ہے لیکن فسادِ امت کے اس دور میں یہ عبادت بھی اب ریاکاری میں بدلتی جارہی ہے اپنی دولت اور شان و شوکت کے اظہار کے لیئے دین کے نام پر لوگوں نے جو نت نئی رسومات اور بدعات نکالی ہیں ان میں سے ایک روزہ کشائی بھی ہے جس کی تقریب بڑی دھوم دھام سے منائی جاتی ہے۔ روزہ کشائی کرنے والے اپنے زعم باطل میں بہت بڑی نیکی کرتے ہیں اس لیئے آنے والے مہمان روزہ رکھنے والے بچے کے لیئے تحفے تحائف وغیرہ لاتے ہیں اس کے والدین کو ہار پہناتے ہیں اور

مبارک باد دیتے ہیں کہ ماشاء اللہ آج ان کے بچے نے روزہ رکھا۔ ہماری گناہ گار آنکھوں نے بارہا ان محافل میں یہ مشاہدہ کیا کہ مبارک باد دینے والے اور وصول کرنے والے زیادہ تر بے روزے دار ہی ہوتے ہیں علاوہ ازیں نمازوں سے تو بالکل ہی بیگانے ہوتے ہیں۔ الّا ماشاء اللہ۔ سوال یہ ہے کہ جب بچہ یا بچی پہلا روزہ رکھے تو اس کے لیئے ایسی تقاریب لازمی ہیں؟ کیا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات یہی ہیں؟ جب بچہ پہلی بار کلمہ پڑھتا ہے تو پھر کلمہ کشائی، جب پہلی بار مسجد جائے تو مسجد کشائی، جب پہلی بار نماز پڑھتا ہے تو نماز کشائی، جب پڑھائی شروع کرتا ہے تو تعلیم کشائی، جب اسکول جانا شروع کرتا ہے تو مدرسہ کشائی، جب پہلی بار زکوٰۃ ادا کرتا ہے تو زکوٰۃ کشائی، جب پہلی بار جہاد کرتا ہے تو جہاد کشائی، جب پہلی بار عمرہ کرتا ہے تو عمرہ کشائی، جب پہلی بار حج کرتا ہے تو حج کشائی کیوں نہیں کی جاتی؟ کیا یہ کشائی صرف روزے ہی کے ساتھ لازم ہے؟ اگر ہے تو کرنے والے قرآن وحدیث سے اس کا ثبوت دیں ورنہ اسے بدعت سمجھتے ہوئے فوراً ترک کردیں۔

(۵۳) حج مبارک:

حج کرنا تو ایک بہت بڑی عبادت اور سعادت ہے لیکن حج کرنے کے بعد حج مبارک کی تقریب مکان پر چراغاں، میلا دشریف، وعظ، عزیز واقرباء کی دعوت سوائے بدعت کے کچھ اور نہیں۔ اس بدعت کے سبب حاجی صاحبان کے حج کے ثواب کے ضائع ہوجانے کا بھی امکان ہوتا ہے۔ حج تو ایک فریضہ ہے اس کی ادائیگی پر مبارک دینا تو سنتِ رسول ﷺ سے ثابت ہے لیکن مبارک باد وصول کرنے کے لیئے حج مبارک کا طغرہ مکانوں پر آویزاں کرنا سنتِ رسول ﷺ سے ثابت نہیں ہے بلکہ یہ بدعت ہے۔ بدعت اس لیئے کہ لوگ حج مبارک کی تقاریب کارِ ثواب جان کر منعقد کراتے ہیں، آنے والے بھی ثواب لوٹنے کے لیئے آتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر فریضہ ادا کرنے کے بعد مبارک بادیں وصول کرنا اسی انداز سے ضروری ہیں تو پھر حج سے بڑی عبادت نماز ہے۔ نمازی حضرات کو بھی چاہیئے کہ نمازیں

پڑھ کر شامیانوں میں بیٹھا کریں اور ''نماز مبارک'' کی تقریبات دن میں پانچ بار منعقد کرایا کریں۔ اسی طرح زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد ''زکوٰۃ مبارک'' روزے رکھنے اور رمضان کا ماہ مبارک گزر جانے کے بعد ''روزے مبارک'' جہاد سے واپس آنے کے بعد ''جہاد مبارک'' اللہ کے راستے میں صدقہ خیرات کرنے کے بعد ''صدقہ مبارک'' عیدالاضحیٰ کے موقع پر اللہ کی راہ میں جانور ذبح کرنے کے بعد ''قربانی مبارک'' قرآن مجید پورا پڑھنے کے بعد ''قرآن مبارک'' تعمیر مساجد کے بعد ''مسجد مبارک'' وغیرہ کی رسومات بھی لوگ کیوں نہیں شروع کر دیتے ؟ کیونکہ جب حج مبارک کی تقریب ہوسکتی ہے تو مذکورہ بالا تقریبات کیوں نہیں ہو سکتیں؟ کیا یہ عبادتیں اجر میں کچھ کم ہیں؟

مسلمانو! ذرا اپنے احوال پر نظر کریں زیادہ دیر کیلئے نہیں صرف چند لمحات کے لیئے میری معروضات پر غور کریں اور بتائیں تو سہی! یہ امور جو ہم نے خود ایجاد کر رکھے ہیں کیا ہم ان کی ایجاد کا کوئی اختیار رکھتے ہیں؟ اللہ کی قسم ہمیں کوئی اختیار حاصل نہیں تو پھر ہم ان امور کو چھوڑ کر قرآن وحدیث کی اتباع کیوں نہ شروع کر دیں؟ لاریب کہ اسی میں ہماری دنیوی واخروی نجات ہے۔

(۵٤) مساجد پر چراغاں کرنا:[1]

مساجد پر شب براءت، شب معراج، گیارہویں، شب قدر اور دیگر مواقع پر چراغاں کرنا بھی ہمارے نام نہاد سنیوں کی ایجاد کردہ ایک بدعت ہے۔ یہ چراغاں اس نیت سے کیا جاتا ہے کہ اس سے انہیں ثواب حاصل ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کا چراغاں نہ نیکی ہے اور نہ ہی کار ثواب ہے۔ مسجد میں صرف عبادت کے وقت روشنی کرنا جائز ہے وہ بھی اندرونِ مسجد جہاں نمازی اللہ کے حضور رکوع وسجود کرتے ہیں مساجد کی دیواروں، میناروں اور گنبدوں پر چراغاں کرنا اسراف ہے اور اسراف وتبذیر کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اس کی وضاحت

[1] مسئلہ چراغاں کی تفصیل کیلئے دیکھیئے ہماری کتاب: ''بدعاتِ رجب وشعبان'' مکتبہ کتاب وسنّت، ریحان چیمہ، سیالکوٹ۔

حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان الفاظ میں فرمائی ہے:

﴿اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا﴾ (بنی اسرائیل : ۲۷)

''بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا کفران وناشکری کرنے والا ہے۔''

اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ بے جا اسراف کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ جو شیطان کا بھائی ٹھہرا اس کا جناب رسول اللہ ﷺ سے کیا واسطہ؟ ایسے افراد پر تو اللہ کی لعنت ہے جو شیطان کے بھائی ہیں یا اس کے پیروکار ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ مسلمان اپنے رسول ﷺ کا راستہ پکڑتے۔ آپ ﷺ کے طریقہ پر عمل کرتے، آپ ﷺ کی سنتوں سے محبت کرتے آپ ﷺ کی حدیثوں سے پیار کرتے لیکن افسوس کہ بجائے یہ کام کرنے کے انہوں نے وہ کام اختیار کیئے ہیں کہ کلمہ نبیٔ برحق کا پڑھ رہے ہیں اور پینگیں شیطان سے بڑھا رہے ہیں۔ مساجد پر چراغاں کیا فضول خرچی نہیں ہے؟ بہت سے بھائی کہتے ہیں اگر لوگ شادی بیاہ اور دیگر تقریبات میں تو چراغاں کرتے ہیں کیا اللہ کا گھر اتنا گیا گزرا ہے کہ ہمارے گھروں میں تو چراغاں ہو اور اللہ کا گھر اندھیروں میں ڈوبا رہے؟ میں کہتا ہوں بھائیو! یہ کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ اگر تمہارے گھر پر رقص وموسیقی کے پروگرام ہوتے ہیں تو کیا وہ اللہ کے گھر میں بھی ہونے چاہئیں؟ تمہاری عقلوں کو کیا ہو گیا ہے تم گناہ اور ثواب کے کاموں میں فرق کیوں محسوس نہیں کرتے ہو؟ رسول اللہ ﷺ نے اور آپ ﷺ کے صحابہ نے بھی کبھی مسجد نبوی پر لیلۃ القدر کے مواقع پر چراغاں نہیں فرمایا اس کا مطلب یہی ہوا کہ مساجد کو بیرونی چراغاں کی مطلق ضرورت نہیں اور اس کی ضرورت محسوس کرنے والے نبی ﷺ کے طریقہ کے مخالف ہیں جن کا انجام سوائے خلود جہنم کے کچھ اور نہیں ہے۔

(۵۵) قبور و مزارات پر گنبد بنانا:[1]

یہ بدعت بھی عام ہو چکی ہے۔ بزرگان دین کی قبور پر گنبد تعمیر کرنے والے اپنے برے گمان اور زعم باطل میں یہ تعمیر لائقِ ثواب سمجھتے ہیں چنانچہ مزارات پر گنبدوں کی تعمیر میں خرچ ہونے والی رقم کو یہ لوگ صدقۂ جاریہ سمجھتے ہیں علاوہ ازیں ان کی ایک فکر یہ بھی ہے کہ مزارات پر گنبدوں کی تعمیر سنت ہے اور اس کی دلیل عموماً یہ دی جاتی ہے کہ اگر مزارات پر گنبد بنانا شرعاً ممنوع ہے تو پھر روضۂ رسول[2] ﷺ پر قائم گنبد کیا بدعت کے زمرے میں آتا ہے؟ اور اگر مزارات پر گنبد کی تعمیر بدعت ہے تو پھر اس تعمیر گنبد کو بدعت کہنے والے گنبد خضریٰ پر تنقید کیوں نہیں کرتے؟ اسے گرانے کی مہم کیوں نہیں چلاتے؟ اس قسم کے سوالات وہ لوگ کرتے ہیں جو اپنے آپ کو کہلواتے تو اہل سنت ہیں لیکن درحقیقت وہ اہل بدعت ہیں۔

① سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ گنبدِ خضریٰ کی تعمیر خود رسول اللہ ﷺ نے نہیں فرمائی اور نہ ہی اسے خلفائے راشدین یا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے تعمیر کیا۔ لہٰذا تعمیر گنبد کو سنت کہنا اور سمجھنا بالکل غلط اور ناجائز ہے۔

② دوسری بات یہ ہے کہ گنبد خضریٰ مسجد نبوی کا ایک حصہ ہے اور مساجد پر گنبد اور مینار بنانا بدعت نہیں کہلاتا۔

③ پھر گنبدِ خضریٰ کی تعمیر میں جو نیت کارفرما تھی وہ بھی یہی تھی کہ مسجد نبوی کو گنبد کے

---

[1] مرگ واموات اور مقابر پر ایجاد کی گئی بدعات کی تفصیل کیلئے دیکھیئے ہماری کتاب ''ضمیمہ: توحید سے متعلقہ۔شکوک وشبہات کا ازالہ۔'' مکتبہ کتاب وسنّت، ریحان چیمہ سیالکوٹ وتوحید پبلیکیشنز، بنگلور

[2] قبرِ رسول ﷺ کو عموماً روضہ کہا جاتا ہے جبکہ روضۂ شریف تو نبی ﷺ کے گھر اور منبر کی درمیانی جگہ کو کہا گیا ہے جیسا کہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے: ((مَابَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ)) ''میرے گھر اور میرے منبر کا درمیانی قطعہ ارضی جنّت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ (روضہ) ہے۔'' (بخاری ۱۱۹۶، ۱۸۸۸، مسلم: ۹/۱۶۲، ترمذی: ۳۹۱۵، ۳۹۱۶، مؤطا امام مالک ۱/۱۹۷ عن ابی ہریرہ وعن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما۔ نیز دیکھیئے ہماری کتاب ''سوئے حرم'' مطبوعہ مکتبہ کتاب وسنّت، ریحان چیمہ سیالکوٹ ومکتبہ ترجمان، دہلی۔

ذریعے زینت دی جائے لہٰذا اس گنبد کو قبرِ مبارک کا گنبد سمجھ لینا انتہائی درجے کی حماقت اور جہالت ہے۔

آج یہ بھی جہالتِ عوام کا واضح ثبوت ہے کہ وہ جہاں کہیں بھی گنبد والی عمارت دیکھ لیتے ہیں تو اظہار عقیدت کے طور پر انگلی سے اپنی ناک ملیں گے اور سر کے اشارے سے اس عمارت کو سلام کریں گے خواہ وہ ہندوؤں کا مندر ہو یا سکھوں کا گرودوارہ یا کسی اسکول وغیرہ کی عمارت ہی کیوں نہ ہو۔

برادرانِ اسلام! قبر کو اونچا کر کے بنانا، قبر پر عمارات اور گنبد بنانا احکام رسول ﷺ کی کھلی خلاف ورزی ہے یہ نیکی نہیں بلکہ گناہ ہے۔ جاہل مولویوں کی باتوں میں آ کر اپنے ایمان کی دولت کو ضائع نہ کریں۔ آج بہت سے بدعتی اور رافضی سعودی عرب کی حکومت کے خلاف یہ زہر اگلنے میں مصروف ہیں کہ وہاں کی حکومت نے مزارات کو منہدم کر دیا، گنبد شہید کر دیئے اور قبروں پر قائم قبے، گنبد اور جھنڈے گرا دیئے۔ جن قبروں پر سے یہ گنبد گرائے گئے ہیں وہ قبریں آج بھی موجود ہیں۔ بدعتی اور روافض مملکتِ سعودیہ پر یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ جب اس نے تمام گنبد گرائے تو گنبدِ خضریٰ کو کیوں نہیں گرایا؟ ان کے اس اعتراض کا جواب پہلے بھی گزر چکا ہے کہ گنبد خضریٰ قبرِ شریف کا نہیں بلکہ مسجد نبوی کا حصہ ہے اور مساجد پر گنبد بنانے کی شریعت اسلامیہ میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔

(٥٦) مزارات کو غسل دینا:

فتح مکہ کے موقع پر جناب رسول اللہ ﷺ نے جب بیت اللہ سے شرک کی نجاست اور غلاظت نکال پھینکی تو پھر اس کی طہارت کی ضرورت بھی پیش آئی پھر غسلِ کعبہ کی ایک رسم چل نکلی جو ہنوز جاری ہے لیکن اللہ ان سنی مسلمانوں کو نیک توفیق دے کہ انہوں نے غسلِ کعبہ کی مانند غسلِ مزارات کی بدعت ایجاد کر کے یہ عندیہ دیا ہے کہ ان کی نگاہوں میں یہ مزارات اور کعبۃ اللہ گویا ایک ہی درجے کے حامل ہیں۔ کعبۃ اللہ کو اگر خادم حرمین شریفین عرقِ گلاب

سے دھوتے ہیں تو کیا ہوا پاکستان میں کم وبیش پچاس مزار تو ضرور بالضرور ایسے ہیں کہ ان کے عرس کے مواقع پر وہ بھی اسی مانند دھوئے جاتے ہیں کعبہ کے غسل کے لیئے اگر خادم حرمین شریفین تشریف لاتے ہیں تو ہمارے یہ نام نہاد سنی کسی وزیر کو لے آتے ہیں۔

اس خدمت کو اپنے حق میں یہ بدعتی اور مشرک لوگ نہ صرف سعادت وعبادت بلکہ نجاتِ اخروی کا ذریعہ اور وسیلہ بھی سمجھتے ہیں حالانکہ ان کا یہ فعل سوائے بدعت کے اور کچھ نہیں۔ دنیا میں اگر کسی کی قبر اس قابل ہوتی کہ اسے غسل دیا جاتا اور اس کا غسل عین سعادت ہوتا تو وہ صرف جناب رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف ہوتی مگر آپ ﷺ کے جانشین بالخصوص خلفائے راشدین، اہل بیت اور دیگر قرابت داروں رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کی قبر مبارک کو نہ تو کبھی غسل دیا، نہ غلاف چڑھائے نہ پھولوں کی چادریں چڑھائیں۔ ان نفوسِ قدسیہ کے طرز عمل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ غسل صرف کعبۃ اللہ کے لیئے ہے۔ یہ جب قبرِ اقدس رسول ﷺ کے لیئے نہیں تو پھر یہ دیگر بزرگ کیا حیثیت ودرجہ رکھتے ہیں کہ ان کی قبروں پر وہ اہتمام کیا جائے جو نبی اکرم ﷺ کے وارثوں نے ان کی قبر شریف پر نہیں کیا تھا؟ کیا ان کا مقام رسول اللہ ﷺ سے بھی بڑھ گیا ہے کہ قبر رسول ﷺ تو غسل سے محروم رہے اور رسول اللہ ﷺ کی شان کے مقابل ان گئے گزرے لوگوں کی مقابر عرقِ گلاب سے دھلیں؟

میرے بھائیو! ذرا غور کریں کہ آپ نے نبی ﷺ کے مقابلے میں امتیوں کے درجے کس قدر بڑھا دیئے ہیں۔ کعبہ کے رب کی قسم! آج جن لوگوں کی قبروں کو عرقِ گلاب سے سال بہ سال غسل دیا جاتا ہے اگر انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا کلمہ نہ پڑھا ہوتا تو آج انہیں کوئی جاننے والا روئے زمین پر نہ ملتا۔ للہ اپنی آنکھیں کھولیئے اور غور کیجیئے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف بھی اللہ کے نزدیک قابلِ غسل نہیں تو پھر یہ ہما شما کی قبریں اور مزارات کس حیثیت کے حامل ہیں کہ یہ عرق گلاب سے غسل دئے جائیں؟ جان

رکھیئے کہ یہ فعل سراسر بدعت ہے۔اس کا ارتکاب جو بھی کرے خواہ وہ کوئی ملاّ ہو، مفتی ہو، پیر ہو، امیر ہو، وزیر ہو، وزیر اعظم ہو، وزیر اعلیٰ ہو، گورنر ہو، جرنل ہو، کرنل ہو یہ سب اللہ کے نزدیک مجرم ہیں۔

(۵۷) مزارات پر چراغاں کرنا:

عرس کے موقع پر تو مزارات پر ایک جشن کی کیفیت ہوتی ہے۔ زبردست قسم کی روشنی کی جاتی ہے جس کی وجہ سے رات پر دن کا گمان ہوتا ہے۔ یہ چراغاں کرنا بے جا اسراف اور فضول خرچی کے زمرے میں آتا ہے۔اس چراغاں کے علاوہ ایک اور چراغاں بھی بزرگانِ دین کی مقابر پر بالخصوص بڑے اہتمام کے ساتھ حصول ثواب کی نیت کے ساتھ کیا جاتا ہے وہ چراغاں ہے مزارات میں رکھے ہوئے طاقوں میں چراغ جلانا، چراغ جلانے کی یہ بدعت روزانہ ہی ہوتی ہے لیکن جمعرات کے دن اس کا خصوصی اہتمام ہوتا ہے یہ بات ہمیں کئی بار لوگوں سے معلوم کرنے کے باوجود معلوم نہیں ہوسکی کہ صاحبِ قبر کے مزار پر یہ چراغ کس لیئے جلائے جاتے ہیں؟ اگر ان چراغوں کا مقصد روشنی پھیلانا ہوتا ہے تو بجلی کے بلب تو پہلے سے جل رہے ہوتے ہیں پھر ان چراغوں کے جلانے کا کیا فائدہ؟ اگر یہ چراغ صاحبِ قبر کی قبر میں روشنی کے لیئے جلائے جاتے ہیں تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صاحبِ قبر کی قبر اندر سے اندھیری ہے اس میں اجالا نہیں ہے اور اس بات سے کون انکار کرسکتا ہے کہ جن کی قبروں کو اللہ نے اندھیروں اور ظلمتوں سے بھر دیا ہو ان کے اوپر لاکھ چراغ تو کیا لاکھوں مرکری بلب ہزار ہزار پاور کے بھی اگر جلا لیئے جائیں تو بھی وہ اس اندھیرے کو دور نہیں کر سکتے۔اس کے علاوہ قبروں پر چراغ جلانے کی وجہ اگر حصولِ ثواب اور صاحبِ قبر کی رضا حاصل کرنا ہے تو یہ عمل بدعت ہے کیونکہ قبروں پر چراغ جلانا نہ رسولُ اللہ ﷺ کی سنت ہے اور نہ ہی آپ ﷺ کے خلفاء وصحابہ، اہل بیت اور قرابت داروں رضی اللہ عنہم سے یہ ثابت ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کی قبرِ شریف پر چراغ جلائے ہوں۔

(۵۸) قبروں پر پھول چڑھانا:

قبر پر پھول چڑھانے والے یہ عقیدہ تو بہر حال نہیں رکھتے کہ پھول چڑھانے کا کوئی اجر بھی انہیں ملے گا البتہ یہ عقیدہ جہلاء کی اکثریت میں پایا جاتا ہے کہ قبروں میں تدفین میت کے بعد پھولوں کا قبر پر چڑھانا واجب ہے چنانچہ قبرستان میں میت کے ہمراہ اگر گلاب کے پھول اور پتیاں نہ لائی جائیں تو یہ سمجھا جاتا ہے کہ گویا میت کو ابھی مکمل طور پر کفنایا نہیں گیا ہے۔ پھر جب تک قبر پر پھول نہ بچھا دیئے جائیں اس وقت تک میت کے وارث اور عزیز واقرباء کوئی بھی میت کے لیئے دعا نہیں کرتا گویا ان سب حضرات کے نزدیک یہ لازم ہے کہ دعائے مغفرت سے قبل قبر پر پھول چڑھا دیئے جائیں۔

سوال یہ ہے کہ کیا دعائے مغفرت سے قبل قبر پر پھول چڑھانا اور پتیاں برسانا اللہ کے رسول ﷺ کی سنت ہے؟ کیا آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قبروں پر تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم سے پھول چڑھانے کا ثبوت ملتا ہے؟ اگر ملتا ہے تو قبروں پر پھول چڑھانے والے ہمیں اس سے آگاہ کریں کہ یہ ثبوت قرآن کی کونسی سورۃ و آیت میں ہے اور حدیث کی کونسی کتاب میں ہے؟ جہاں تک مجھ ناچیز کے علم کا تعلق ہے میں نے اس بات کا ثبوت تو کیا اشارۃً بھی قرآن وحدیث میں یہ مفہوم کہیں بھی نہیں پایا کہ میت کی قبر پر پھول چڑھائے جائیں پھر ہم لوگوں کے لیئے یہ احکام و بدعات کس نے ایجاد کر لیئے ہیں کہ ہم سے وہ امور کروائے جا رہے ہیں جن کی سند ہمیں نہ قرآن مجید میں ملتی ہے اور نہ ہی حدیثِ رسول ﷺ میں ملتی ہے۔

مسلمانو! ذرا غور کریں! اللہ غور کریں! کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ہم نام تو اپنا مسلمان بتاتے ہیں اور کام سارے نافرمانی والے ہی کرتے ہیں کیا مسلمان کے یہی معنیٰ ہوتے ہیں؟

(۵۹) قبر پر اگربتی جلانا:

قبر پر پھول چڑھانے والے بعد دفنِ میت قبروں پر اگر بتیاں بھی جلاتے ہیں اور قبر میں لگادیتے ہیں اور اس فعل کو بھی یہ حضرات پھول چڑھانے کی طرح فرض یا لازم سمجھتے ہیں اگر بتی جلانے کا مقصد اگر خوشبو پھیلانا ہوتا ہے تو خوشبو تو میت کے کفن میں اچھی طرح لگادی جاتی ہے پھر یہ بیرونی خوشبو کا کیا مقصد ہے؟ کیا اگر بتی قبر پر سلگانا سنتِ رسول ﷺ ہے؟ یہ سوال ہم نے جب کبھی بھی مردہ پرستوں سے کیا تو انہیں سانپ سونگھ گیا۔

برادرانِ اسلام! ذرا سوچیئے کہ میت کے لیئے یہ جتنے بھی اہتمام کیئے جارہے ہیں کیا زندگی میں بھی اس کے ساتھ اسی طرح کیئے گئے تھے۔ واللہ! ان گناہ گار آنکھوں نے بارہا ایسی ناخلف اولادیں دیکھیں جنہوں نے جاں بلب والدین کو مرنے کے لیئے بستر مرگ پر تڑپتا چھوڑ دیا، ان کی خدمتیں نہیں کیں۔ ان کے پاس اگر آتے تو ناک پر کپڑا رکھ کر آتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی بیماریوں کے جراثیم انہیں بھی لگ جائیں۔ اب مرنے کے بعد وہی قبر پر پھول بھی چڑھا رہے ہوتے ہیں اور اگر بتیاں جلاتے ہیں۔ اگر یہ حسن سلوک ہے تو اس کا مظاہرہ زندہ سے ہونا چاہیئے نہ کہ مردے سے، اور اگر فرائضِ تدفین میں شامل ہے تو اس کی دلیل کس کتاب حدیث میں ہے؟ قبروں پر اگر بتیاں جلانے والے جب یہ اگر بتیاں جلاتے ہیں تو میں اکثر یہ سوچتا ہوں کہ یہ تو اللہ کی مرضی ہے کہ اپنے اس بندے کو جنت میں داخل کرے یا جہنم میں داخل کرے، ثواب عطا فرمائے یا عذاب سے دوچار کرے، بندوں نے تو میت کو دفن کرتے ہی آگ کا عذاب دینا شروع کردیا۔ اگر بتی قبر کے اندر سلگے یا باہر سلگے دونوں صورتوں میں قبر پر آگ جلائی گئی اور قبر پر آگ جلانے کا مطلب اس کے علاوہ اور کیا لیا جاسکتا ہے کہ اللہ نے اپنے بندے کو قبر میں داخل ہوتے ہی جس عذاب سے دوچار کیا ہے وہ آگ کا عذاب ہے جسے اس کی قبر پر سلگانے والے غیر نہیں بلکہ اس کے اپنے لوگ ہوتے ہیں اور یہ سزا ہے بدعتیں اپنانے والوں کی جو اللہ ہمیں دنیا میں دکھا رہا ہے۔

(٦٠) بزرگوں کے ختم:

مرنے والے کے سوئم، ساتے، دسویں، چالیسویں اور عرس و برسی کے علاوہ اکثر جاہل قسم کے سنی گھرانوں میں ہر جمعرات کو کھانوں پر ختم کروائے جاتے ہیں۔اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جمعرات کی شام کھانے میں خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے، اقرباء جمع ہوکر کھانے پر چاروں قل اور سورہ فاتحہ پڑھ کر اپنے مرحومین کی فاتحہ پڑھتے ہیں اور پھر وہ کھانا کھاتے ہیں علاوہ ازیں اگر ویسے بھی گھر میں کوئی اچھا کھانا پکا تو اس پر بھی یہ طریقہ عام ہے کہ بزرگوں کی فاتحہ دے دی جائے۔اس ختم کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس طرح بزرگوں کی ارواح تک یہ کھانا پہنچ جائے گا یا پھر دعا کے سبب یا فاتحہ پڑھنے کے باعث انہیں اس کا اجر ضرور مل جائے گا۔اس ختم سے متعلق ہمیں پہلے تو یہ جاننا چاہیئے کہ کیا نبی اکرم ﷺ سے اس قسم کے جمعراتی ختم کا کوئی ثبوت کتب میں ملتا ہے؟ کیا آپ ﷺ نے کبھی اپنے مسلمان مرحومین وشہداء کے لیئے کھانوں پر فاتحہ دلائی اور اس کے لیئے مروجہ صورت اختیار فرمائی؟ یا آپ ﷺ کے گھر میں کبھی کوئی اچھا کھانا پکا تو آپ ﷺ نے اس پر برائے ایصالِ ثوابِ مرحومین کبھی فاتحہ پڑھی؟ تمام کتب احادیث ان سوالوں کے جواب میں خاموش ہیں۔اس کا مطلب یہی ہے کہ کھانوں پر بزرگوں کے یہ ختم صرف اور صرف بدعت ہیں۔ان کا نہ صرف سنتِ رسول ﷺ سے بلکہ آثار صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی کوئی ثبوت نہیں ملتا ہے۔اب سوال یہ ہے کہ ختم کا کھانا جس میں بزرگوں کی فاتحہ دلائی جاتی ہے وہ کھانا چاہیئے یا نہیں؟ یہ سوال اکثر احباب نے مجھ سے کیا ہے اور میں نے اس کا جواب ہمیشہ یہی دیا ہے کہ ختم اور فاتحہ بدعت ہیں لہٰذا اس بدعت کا کھانا موحّدین کے لیئے بالکل جائز نہیں ہے۔

ایک سوال میرے سامنے یہ بھی آیا ہے کہ جس کھانے پر صرف قرآن ہی پڑھا گیا ہو ہمارے پاس اس کھانے کو حرام کہنے کی کیا دلیل ہے؟ میں چاہتا ہوں کہ اس مضمون کے

ذریعہ اس قسم کے شکوک وشبہات دور کردوں کہ قرآن کا پڑھنا ایک علیحدہ امر ہے اور ارتکابِ بدعت ایک الگ امر ہے۔کھانا قرآن کے پڑھے جانے سے حرام نہیں ہوتا بلکہ اس ارادے سے کھانا حرام ہوتا ہے جس کے تحت قرآن پڑھا جاتا ہے۔وہ ارادہ کیا ہے؟ وہ ارادہ یہی ہے کہ میت کو اس کھانے کا ثواب پہنچ جائے جو نہ تو فی سبیل اللہ خیرات ہورہا ہے اور نہ ہی مسنون طریقہ سے اسے کھایا اور کھلایا جارہا ہے۔جمعراتی ختم کتبِ سنت سے ثابت نہیں ہورہے ہیں تو ان کا بدعت ہونا ایک یقینی امر ہے پھر بدعت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی اوائل کتاب میں گذر چکا ہے کہ ''ہر بدعت گمراہی ہے''۔اس فرمان سے یہ وضاحت ہورہی ہے کہ جمعراتی ختم بھی گمراہی ہے اور گمراہی کا کھانا کھلانے والا گمراہ ہی ہوگا چاہے اس پر لاکھوں مرتبہ قرآن مجید پڑھ لیا جائے۔کیونکہ حرام چیزیں قرآن پڑھ لیئے جانے سے حلال نہیں ہوجاتی ہیں اور اگر کوئی میری اس بات سے اتفاق نہیں کرتا تو میں اس سے یہ ضرور پوچھوں گا کہ پھر حدیث مبارک:

((اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ)) [1] کا کیا مطلب ہے؟

برادرانِ اسلام! اس تھوڑے لکھے کو بہت جانیں اور ان معروضات پر للہ غور فرمائیں۔اسی راہ کو اپنایئے جو سنت کی راہ کہلاتی ہے باقی تمام راہوں کو چھوڑ دیجیئے۔

(٦١) موتیوں پر تسبیح پڑھنا:

حق تعالیٰ کی تسبیح بیان کرنا ایک بہت بڑی عبادت اور نیکی ہے۔قرآن مجید کی اکثر آیاتِ مبارکہ اس امر کی بخوبی وضاحت کرتی ہیں کہ زمین و آسمان کے درمیان جتنی بھی مخلوقات ہیں وہ سب اللہ کی تسبیح بیان کررہی ہیں لیکن کس صورت میں؟اس کی وضاحت نہ قرآن مجید میں ہے نہ حدیث شریف میں ہے البتہ،لفظ تسبیح خود اپنی تشریح کرتا ہے جس سے بات کا سمجھنا آسان ہوگیا ہے۔اس لفظ کے معنیٰ ہیں پاکی بیان کرنا یا تنزیہہ پھر اس لفظ تسبیح

[1] صحیح بخاری،حدیث:١

کے لیئے جو افعال حق تعالیٰ نے استعمال فرمائے ہیں ان میں ماضی کا صیغہ سبّح اور صیغہ مضارع یسبّح دونوں شامل ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ کی پاکی بیان کرنے کا فعل نہ صرف ماضی میں ہوا بلکہ حال میں بھی ہو رہا ہے اور مستقبل میں بھی ہوتا رہے گا اور اس کی کوئی تعداد معین نہیں ہے نہ ہی ادائیگی تسبیح کی کوئی کیفیت قرآن بتاتا ہے اور نہ ہی احادیث سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ اعداد کے لیئے رسول اللہ ﷺ نے موتیوں کی لڑی کا سہارا لیا ہو اور اسے تسبیح کا آلہ بنایا ہو احادیث میں یہ تو موجود ہے کہ آپ ﷺ نے لوگوں کو برائے تحمیدِ الٰہی و تکبیر الٰہی ایک تعداد مخصوصہ بتائی لیکن یہ بات احادیث سے ثابت نہیں ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ان تسبیحات کی ادائیگی کے لیئے موتیوں کی لڑیاں ہاتھوں میں تسبیح بنا کر اٹھائی ہوں اور ان کی مدد سے اپنے رب کی حمد وثناء کی ہو۔

سوال یہ ہے کہ انہوں نے تعداد شمار کرنے کے لیئے کس چیز کا سہارا لیا؟

جواباً عرض ہے احادیثِ کثیرہ اس پر دلیل ہیں کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم انگلیوں پر تسبیحات کا شمار کیا کرتے تھے باوجودیکہ اس دور میں موتیوں کے ہار ملتے تھے مگر کسی بھی صحابی رضی اللہ عنہ نے ہار یا موتیوں کی لڑی کو برائے تسبیح استعمال نہیں کیا کیونکہ یہ اللہ کے رسول ﷺ کی سنتِ مبارکہ نہیں۔ [1] ویسے بھی ہاتھ میں موتیوں کی لڑی لے کر تسبیح پڑھنے میں ریاکاری زیادہ غالب ہوتی ہے اسی لیئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس بدعت سے دوری اختیار کی۔ ہمیں بھی چاہیئے کہ اپنے نبی ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح تسبیح انگلیوں پر شمار کیا کریں، مروجہ موتیوں اور قیمتی پتھروں کی تسبیحات ترک کر دیں کیونکہ یہ بدعت ہے۔ [2]

---

[1] سنّتِ رسول ﷺ یہ ہے کہ ہاتھوں کی انگلیوں اور خاص دائیں ہاتھ کی انگلیوں پر تسبیح کی جائے کیونکہ ابوداوَد کی ایک صحیح حدیث میں ہے: ((يَعْقِدُ التَّسْبِيحَ بِيَمِينِهِ))
"آپ ﷺ اپنے دائیں ہاتھ (کی انگلیوں) پر تسبیح کیا کرتے تھے۔" (دیکھیئے: الکلم الطیّب ابن تیمیہ تحقیق البانی و مسنون ذکرِ الٰہی [دعائیں] از ابوعدنان)

[2] ان تسبیح کی لڑیوں اور منکوں کے موجد مسلمان نہیں بلکہ یہود و ہنود اور انکے پیشوا لوگ ہیں۔

(٦٢) نمازِ مکتوبہ کے بعد اجتماعی دعا:

جب بھی امام فرض نماز سے سلام پھیر کر فارغ ہوتا ہے تو عموماً وہ اور تمام نمازی مل کر دعا کرتے ہیں امام دعا پڑھتا جاتا ہے اور مقتدی آمین کہتے رہتے ہیں یہ بات تقریباً تمام ہی مساجد میں نظر آتی ہے لیکن اس کا خصوصی اہتمام اہل سنت بالاستمرار اور بالتشدّد کرتے ہیں گویا اگر دعائے اجتماعی نہ ہو تو ان کی نماز ہی نہیں ہوتی۔

مَیں کہتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد عادت بنا کر اجتماعی دعا مروجہ طریقے سے بالالتزام کرنا صریح بدعت ہے اور کسی بھی صحیح حدیث سے اس کا ثبوت نہیں ملتا کہ اجتماعی دعا معمولاتِ نبوی ﷺ میں شامل ہے۔ البتہ نماز کے بعد اذکارِ مسنونہ تو احادیث سے ثابت ہیں جنہیں دعائے اجتماعی پر قیاس نہیں کیا جاسکتا اس لیئے یہ بات کہنے میں مجھے کوئی باک نہیں کہ روزانہ ہر نماز کے بعد اجتماعی دعا ایک بدعت ہے اور اس کے مرتکب بدعتی ہیں خواہ ان کا تعلق کسی بھی مکتبۂ فکر سے ہو۔ اجتماعی دعا کے بارے میں چند لوگ احادیثِ ضعیفہ سے دلیل پکڑتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ان احادیث کی بنیاد پر کبھی کبھی اجتماعی دعا مانگی جاسکتی ہے اور اس کو بدعت نہیں کہا جاسکتا کیونکہ ان احادیثِ ضعیفہ سے صرف کبھی کبھی اجتماعی دعا کا ثبوت ملتا ہے۔ لیکن التزام و استمرار کا ثبوت نہیں ملتا ہے۔ اور میرا کہنا بھی یہی ہے کہ اجتماعی دعا پر ہیشگی یعنی استمرار کرنا ہی بدعت ہے نہ کہ فی الذات دعائے اجتماعی بدعت ہے۔

(٦٣) خانقاهیں تعمیر کرنا:

خانقاہوں کی تعمیر بھی نام نہاد اہل سنت کا خاصہ ہے جہاں ریاضتیں ہوتی ہیں چلّہ کشی ہوتی ہے۔ معرفت حاصل کی جاتی ہے۔ طریقت کی راہیں طے کی جاتی ہیں سلوک کی منازل سے گزارا جاتا ہے۔ مراقبہ کی محافل ہوتی ہیں پیر مریدوں کو کشف کراتے ہیں۔ جنت دوزخ کا مشاہدہ کراتے ہیں۔ ارواح سے ملاقات کروائی جاتی ہے۔ اللہ اور رسول ﷺ کا دیدار

کرواتے ہیں۔ یہ تمام کام کرنے اور کروانے والے یہی نام نہاد اہل سنت ہیں۔ان کے نزدیک خانقاہ کا درجہ مساجد سے بھی بڑھ کر ہوتا ہے اس کی دلیل ان کا یہ عمل ہے کہ ان کے دل مسجدوں کی محبت سے بیزار اور خانقاہوں کی محبت سے آباد ہیں۔ یہ لوگ تعمیرِ خانقاہ میں اپنی رقم کارِ ثواب سمجھ کر خرچ کرتے ہیں اسی طرح اپنے صدقے، خیرات اور زکوٰۃ کی رقم کو بلکہ قربانی کی کھالیں بھی خانقاہوں پر صرف کرتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ خانقاہیں اپنے وجود کے اعتبار سے بدعت اور اپنے عمل کے اعتبار سے شیطانی اڈے ہیں۔ میں کسی لاگ و لپیٹ کے بغیر یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہر خانقاہ اللہ کے گھر کی ضد میں بنائی گئی ہے۔ چاہے اس میں مسجد ہی کیوں نہ ہو۔ جہاں غیر شرعی ریاضتیں ہوتی ہیں چلّہ کشی ہوتی ہیں، معرفت کے نام سے کفریہ عقائد کی تعلیم دی جاتی ہے، طریقت کے نام سے بدعات کی ترویج ہوتی ہے، سلوک کی منازل سے گزارنے کے نام پر منکرات کو پھیلایا جارہا ہے، مراقبہ کے نام سے ہندو رسم کا احیاء ہو رہا ہے، پیر اپنے مریدوں کو کشف کے نام پر دھوکہ دے رہا ہے، جنت و دوزخ کا مشاہدہ کرانے کے نام پر احادیث کا مذاق اڑایا جارہا ہے، روحوں سے ملاقات کرانے کے بہانے شیطان کو حاضر کر کے لوگوں کو گمراہ کیا جارہا ہے اور اللہ اور رسول ﷺ کا دیدار کروانے کے نام پر لوگوں کا ایمان تلف کیا جارہا ہے وہاں خیر کہاں؟

(٦٤) مساجد، مدارس اور گھروں میں مُردوں کی تدفین: [1]

یہ بات نہ صرف شعائر اسلامی میں داخل ہے بلکہ دنیا کے دیگر مذاہب میں بھی اس بات کا نہایت شدومد کے ساتھ اہتمام کیا جاتا ہے کہ مردوں کی تدفین کے مقامات رہائشی مقامات وغیرہ سے علیحدہ ہوں چنانچہ اسی مقصد کے تحت قبرستان بنائے جاتے ہیں جہاں

[1] اس موضوع کی تفصیل کیلئے دیکھیئے ہماری کتاب ''مساجد ومقابر اور مقاماتِ نماز'' مطبوعہ کتاب وسنّت، ریحان چیمہ، سیالکوٹ۔

مردے دفن کیئے جاتے ہیں۔لیکن ہمارے نام نہاد اہل سنت حضرات اس معاملہ میں بھی سب سے انوکھے ہیں اپنے پیروں ، ملاؤں اور صوفیوں کو قبرستان میں دفن کرنے کے بجائے مدارس ومساجد یا گھروں میں دفن کرتے ہیں۔اس کی موٹی سی مثال (مولانا) یوسف بنوری کی ہے جن کی قبر بنوری ٹاؤن میں مسجد کے احاطے میں بنائی گئی ہے۔علاوہ ازیں (مفتی) محمد شفیع کو ان کے مدرسہ میں دفن کیا گیا۔قاری مصلح الدین کو کھوڑی گارڈن کی مسجد کے احاطے میں دفن کیا گیا۔ابھی حال ہی میں مرنے والے ایک عالم عبدالمصطفیٰ ازہری کو دارالعلوم امجدیہ کے احاطے میں دفن کیا گیا۔جبکہ شریعت میں اس قسم کی کوئی گنجائش نہیں پائی جاتی کہ عوام کو قبرستان میں دفن کیا جائے اور خواص کو مخصوص مقامات پر دفن کیا جائے۔

اسی طرح ایک نام نہاد مفکر اسلام کو بھی اس کے پیروکاروں نے اس کے گھر میں دفن کیا اور اس کی اولاد نے اس کی علّت یہ بتائی کی گھر میں دفن ہونے کے بعد وہ اپنی قبر سے پانچوں وقت کی اذان سن سکے گا۔میں کہتا ہوں کہ شریعت میں اس امر کی مطلق گنجائش نہیں ہے کہ مردے بجائے قبرستانوں میں دفن ہونے کے مدارس و مساجد اور گھروں میں دفن کیئے جائیں۔نام نہاد مفکر اسلام کے چند پیروکار اس کے گھر میں دفن کیئے جانے کو عین سنت قرار دیتے ہیں کہ نبی ﷺ بھی تو حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا میں دفن کیئے گئے جو کہ آپ ﷺ کا گھر تھا۔

میں کہتا ہوں کہ اس امر کی وضاحت حدیث شریف میں ہے کہ نبی جہاں فوت ہوتے ہیں وہیں دفن ہوتے ہیں۔لیکن اس امر کی وضاحت کسی بھی حدیث میں نہیں ہے کہ اچھرے کے نام نہاد مفکر اسلام جب مریں تو وہ بھی اپنے حجرے میں دفن ہوں۔درحقیقت اس جماعت سے تعلق رکھنے والے افراد اپنی جماعت کے اس بانی کو کسی بھی طرح نبی اور رسول سے کم نہیں سمجھتے ہیں ورنہ اس کو گھر میں نہ دفن کیا جاتا۔بہرحال آمدم برسر مطلب،مردے کا قبرستان کے علاوہ کسی اور مقام پر بالخصوص مساجد، مدارس اور گھروں میں دفن کیا جانا بدعت ہے۔اسی سے قبر پرستی کو مزید تقویت ملتی ہے۔مسلمانان اہل سنت کو اس امرِ قبیح سے باز آجانا چاہیئے۔

(٦٥) وضو میں گردن کا مسح:

وضو کرنا ایک عبادت ہے۔ایسی عبادت جس کے ذریعے طہارت حاصل کی جاتی ہےاور جس کے ذریعے گناہ معاف ہوتے ہیں جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوْئِیْ هٰذَاثُمَّ صَلّٰی رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيْهِمَا نَفْسَهٗ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ)) [1]

''جس شخص نے میرے طریقۂ وضو کے مطابق وضو کیا پھر دو رکعت ایسی پڑھیں کہ دل میں کوئی خیال نہ لائے تو اللہ اس کے پچھلے تمام گناہوں کا معاف فرما دیتا ہے''۔

اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وضو رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے مطابق ہونا چاہیئے۔ آپ کا طریقۂ وضو اسی حدیث کے پہلے حصے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زبانی ان الفاظ میں بیان ہوا ہے:

''ایک دفعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وضو کے لیئے پانی منگوایا پھر برتن سے لے کر دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالا اور ان کو تین مرتبہ دھویا اور تین دفعہ کہنیوں تک دونوں ہاتھ دھوئے پھر سر کا مسح کیا پھر دونوں پیر تین دفعہ دھوئے پھر کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے اس وضو کی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔''

حدیث مذکورہ میں یہ الفاظ کہیں بھی نہیں کہ آپ ﷺ نے گردن کا مسح بھی کیا اگر کوئی کہے کہ گردن کا مسح سر کے مسح میں شامل ہے تو اس کا یہ کہنا غلط ہے۔کیونکہ گردن ایک الگ عضو ہے اور سر ایک علیحدہ عضو ہے۔لہٰذا ثابت ہوا کہ الٹے ہاتھوں سے گردن کا مسح کرنے والے بدعتی ہیں۔

---

[1] بخاری مع الفتح:١٥٩ ،مسلم مع النووی:١٠٧/٣، ١٠٨ ،صحیح ابی داوٗد:٩٧، صحیح نسائی:٨٣

(٦٦) وضو کے دوران کلمۂ شہادت پڑھنا:

امام نووی نے کتاب الاذکار صفحہ ۱۰ پر درج کیا کہ رسول اللہ ﷺ وضو کے دوران (یا وضوء کے بعد) یہ دعا پڑھتے تھے:

((اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَوَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَ بَارِکْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ)) [1]

"اے اللہ بخش دے میرے گناہ اور فراخ کردے میرے لیئے میرا گھر اور برکت دے میرے لیئے میرے رزق میں"۔

جبکہ ہمارے سنی احباب اس دعا کے علیٰ الرغم دوران وضو کلمہ شہادت پڑھتے ہیں جس کا ثبوت کسی بھی حدیث سے نہیں ملتا ہے البتہ مشکوۃ کی کتابِ طہارت میں یہ ہے کہ کلمۂ شہادت وضو کے بعد پڑھے تو اس کے لیئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ [2] وضو کے درمیان نہ تو کلمہ شہادت کا ثبوت ملتا ہے اور نہ ہی ان دوسرے وظائف کا جنہیں یہ نام نہاد سنی حضرات ہر ہر عضوِ وضو کو دھوتے وقت بڑے اہتمام سے پڑھتے ہیں۔ حدیث شریف سے صرف مذکورہ بالا دعا ثابت ہے اور وہی تمام مسلمانوں کو اپنے وضو کے دوران پڑھنی چاہیئے۔ کلمۂ شہادت کا وضو کے دوران پڑھنا بدعت ہے لہٰذا اس سے اجتناب کرنا چاہیئے اور اس کلمہ کو وضو کے بعد پڑھنا چاہیئے تا کہ اس کے پڑھنے کا ثواب بھی ملے۔

---

[1] عمل الیوم واللیلۃ نسائی ص ۱۷۲ طبع مراکش، زادالمعاد ۱/۲۶۲،۲/۳۸۹، تمام المنّۃ للالبانی ص ۹٤۔ علاّمہ ابن قیم اور علاّمہ البانی کی تحقیقات نے اسے وضوء کی بجائے نماز (تشہّد اخیر) کی دعاؤں میں سے شمار فرمایا ہے۔

[2] صحیح مسلم، حدیث: ۲۳٤

(٦٧) مساجد میں مینا کاری اور آرائش کرنا:[1]

مساجد کی تعمیر کا اصل مقصد اللہ کی عبادت کرنا ہے لیکن فی زمانہ عوام میں بالعموم اور اہل سنت میں بالخصوص یہ رسم چل نکلی ہے کہ مساجد میں مینا کاری اور پچہ کاری کی جاتی ہے دیواریں منقّش کی جاتی ہیں۔ بیل بوٹے بنائے جاتے ہیں، بڑے بڑے گنبد اور عالیشان مینار تعمیر کیئے جاتے ہیں جبکہ رسول اللہ ﷺ سے اس امر کا ثبوت نہیں ملتا بلکہ ممانعت ملتی ہے جیسا کہ درج ذیل سے ثابت ہے:

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا أُمِرْتُ بِتَشْيِيْدِ الْمَسَاجِدِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَتُزَخْرِفُنَّهَا كَمَا زَخْرَفَتِ الْيَهُوْدُ وَ النَّصَارٰى))[2]

”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے مساجد پختہ و بلند کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔“ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ”البتہ تم ضرور زینت دو گے مسجدوں کو جیسے زینت دی یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنی عبادتگاہوں کو۔“

یہ تمام سامانِ آرائش نہ صرف فضول خرچی ہے بلکہ بدعت بھی ہے کیونکہ یہ پچہ کاری و مینا کاری ثواب جان کر کی جاتی ہے اور یہی بدعت کی تعریف ہے کہ جس کے پیچھے شارع کا کوئی حکم نہ ہو اور کرنے والا اسے ثواب جان کر انجام دے۔

(٦٨) مساجد پر یا اللہ اور یا محمد ﷺ وغیرہ لکھنا:

سنی حضرت اپنی مساجد کی پیشانی پر جلی حروف میں یا اللہ اور یا محمد ﷺ لکھواتے ہیں۔ اسی طرح محراب پر بھی یہ کلمات لکھے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں خلفائے راشدین کے اسماء

[1] مساجد سے متعلقہ مسائل کی تفصیل کیلئے دیکھئے ہماری کتاب ”احکامِ مساجد“ مطبوعہ مکتبہ کتاب وسنّت، ریحان چیمہ۔ سیالکوٹ۔

[2] صحیح ابو داؤد: ٤٧٤، صحیح الجامع: ٥٥٥٠، مشکوٰۃ: ٧١٨

گرامی بھی محراب کی اطراف میں اور مساجد کے دروازوں پر کندہ کرواتے ہیں کہیں کہیں اولیاء اللہ کے اسمائے گرامی بھی لکھے نظر آتے ہیں حالانکہ یہ عمارات ان کی رہائش گاہ نہیں کہ جو چاہیں یہاں کریں بلکہ ان کے زعم کے مطابق یہ مساجد ہوتی ہیں یعنی اللہ کے گھر، پھر انہیں یہ حق کس نے دیا ہے کہ اللہ کے گھر میں یہ اس کی مرضی کے خلاف دوسروں کے نام لکھیں گویا یہ بھی اس گھر کی ملکیت میں اللہ کے شریک ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی تو یہ ہے:

﴿وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا٥﴾

(سورة الجن آیت: ۱۸)

''بے شک مسجدیں اللہ کے لیئے ہیں پس تم (وہاں) اللہ کے سوا کسی اور کو نہ پکارو''۔

ایک طرف تو خود اللہ تعالیٰ بھی اس بات سے منع فرما رہا ہے کہ اس کے گھر میں غیروں کو نہ پکارا جائے اور دوسری جانب مساجد میں یہ نام لکھنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں نہ ہی آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہ سے یہ بات ثابت ہے لہٰذا ہمیں بھی اپنی مساجد میں اس فعل کا ارتکاب نہیں کرنا چاہیئے۔

(٦٩) مساجد اور مکانوں پر آیاتِ قرآنی کندہ کروانا:

مسجدوں کو مزیّن کرنے کے لیئے ان کے دروازوں، پیشانیوں اور محرابوں میں قرآنی آیات کندہ کرانے کی ایک نئی رسم چل نکلی ہے یہ رسم رسول اللہ ﷺ کے زمانۂ مبارک میں نہیں پائی جاتی تھی۔ آپ ﷺ نے نہ مساجد پر اور نہ ہی مکانوں پر آیات قرآنی لکھوائیں اور نہ ہی آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ کام کیا جبکہ آج کا سنّی نہ صرف مسجد پر بلکہ مکان پر بھی آیات قرآنی نقش کرواتا ہے کہ اس طرح اب اس کے گھر پر برکتیں نازل ہوں گی خواہ گھر میں کوئی نماز پڑھے یا نہ پڑھے۔ حلال کمائے یا حرام کھائے، اب آیاتِ قرآنی کے نقش ونگار کے سبب نہ نزولِ بلاء ہوگا اور نہ ہی بے برکتی ہوگی۔

میں کہتا ہوں کہ قرآن کا یہ استعمال بالکل غلط ہے، یہ کتاب وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے پڑھنے، سمجھنے اور عمل کرنے کے لیئے نازل کیا ہے نہ کہ اس کی آیات کے نقش و نگار بنانے کے لیئے اسے اپنے نبی ﷺ پر نازل فرمایا ہے۔ میرا مشاہدہ ہے کہ جو لوگ اپنے گھروں پر آیاتِ قرآنی کندہ کرواتے ہیں وہ اس امر کو ثواب سمجھ کر کرتے ہیں جبکہ میں کہتا ہوں کہ اسے ثواب سمجھنا تو بہت دور کی بات ہے ہر ایسے عمل سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ کیا شریعت اسلامیہ میں اس امر کی گنجائش بھی ہے یا نہیں؟ اور مجھے یہ بات لکھنے میں کوئی باک نہیں کہ مساجد و مکانات پر آیاتِ قرآنی کا کندہ کروانا جائز نہیں ہے اور کروانے والے سو فیصد غلطی پر ہیں۔

(۷۰) گھروں اور دکانوں پر آیات اور تصاویرِ مزارات کے طغرے لگانا:

سنی حضرات کی اکثریت خیر و برکت کے حصول کے لیئے اپنے گھروں میں آیاتِ قرآنی خوشنما طغروں میں لکھوا کر لگاتی ہے یہ طغرے نہ صرف برائے حصولِ برکت گھروں اور دکانوں پر لگائے جاتے ہیں بلکہ آرائش و زینت کی خاطر بھی دیواروں، طاقوں اور مختلف جگہوں پر لگائے اور لٹکائے جاتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ آیات قرآنی کے ساتھ یہ سلوک کیا سنتِ رسول ﷺ ہے؟ کیا نزولِ قرآن مجید کا یہی مقصد ہے؟ جس کتاب کے لیئے حق تعالیٰ نے ﴿اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ﴾ فرماتے ہوئے اپنے بندوں کو دعوت غور و فکر دی، اس کتاب کی قابل تقدیس اور قابل غور و فکر آیاتِ مبارکہ کے ساتھ یہ سلوک کیا اس پر ظلم و ستم کے مترادف نہیں؟ بہت سے سنی کہتے ہیں کہ چونکہ بدقسمتی سے ہم نے قرآن پڑھا ہی نہیں اس لیئے ہم اپنے گھروں میں یہ آیات لگاتے ہیں کہ اگر ہم قرآن پڑھ کر ثواب حاصل نہیں کر سکتے تو کم از کم یہ طغرے لگا کر ہی ثواب حاصل

کرلیں۔ یہی نقطۂ نظر ان دوکاندار حضرات کا ہے جو کہ اپنی دکانوں پر آیاتِ قرآنی کے طغرے لگاتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ ثواب حاصل کرنا اکتسابی فعل نہیں ہے بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ جسے مستحقِ ثواب جانے اور اسے ثواب عطا فرما دے۔ اور یہ بات میں بالدلیل کہتا ہوں کہ چونکہ یہ طغرے لگانا اور بجائے تلاوت قرآنی کے ان طغروں سے کام چلانا نبی اکرم ﷺ کی سنت و احادیث اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار سے ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا اس کے ایک واضح بدعت ہونے کے سبب یہ کارِ ثواب نہیں ہے۔ اسی طرح مزاراتِ بزرگانِ دین، اولیاء اللہ کی فرضی تصاویر اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی دُلدل وغیرہ کے طغرے لگانا اور ان طغروں کو خیر و برکت کے حصول کا باعث گردانا بدعت اور گمراہی ہے بلکہ ایسی بدعت ہے جو کہ شرک کے بہت ہی قریب ہے۔

(۷۱) اجرت پر قرآن پڑھنا اور پڑھوانا (قرآن خوانی):

اس بدعت و گناہ میں صرف سنی ہی نہیں بلکہ بعض وہابی بھی مبتلا ہیں کہ صبح صبح ان کی دکانوں پر قاری اور حافظ صاحبان ماہانہ مشاہرے پر ہل ہل کر قرآن پڑھتے نظر آتے ہیں۔ وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ اس طرح ان کے کاروبار کی ابتداء کلامِ الٰہی کی تلاوت سے ہو جاتی ہے جس سے نہ صرف انہیں ثواب حاصل ہوتا ہے بلکہ ان کے کاروبار میں برکت بھی ہوتی ہے۔

اس طرح کچھ حضرات بلکہ عوام کی کثیر تعداد ایسی بھی ہے جو اپنے گھروں پر بھی اجرت پر قاریوں حافظوں اور ملاّؤں سے قرآن پڑھواتے ہیں کہ ان کے گھر جادو، ٹونے، نحستی و بے برکتی اور بیماری وغیرہ سے محفوظ رہیں۔ یہ درست ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے نزول کا سبب ہے مگر تب ہی جبکہ یہ تلاوت خود کی جائے نہ کہ اجرت پر تلاوت کرائی جائے، شریعت اسلامیہ میں اس کا کوئی جواز نہیں کہ کرائے پر یا اجرت پر قرآن پڑھوایا جائے اور پھر اسے نیکی بھی گردانا جائے اور اپنے اس عمل سے ثواب و رضائے الٰہی کے حصول کو یقینی سمجھا جائے۔ لہٰذا یہ کہنا داخل غلو نہیں کہ اجرت پر قرآن پڑھنا پڑھوانا خواہ وہ دکان میں پڑھا اور

پڑھوایا جائے یا مکان میں ہر حال میں بدعت و گناہ ہے۔ ❶

(۷۲) قبر پر قرآن مجید پڑھنا اور پڑھوانا:

سنی حضرات مُردوں کی تدفین کے بعد قبر پر قرآن مجید پڑھنے یا پڑھوانے کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں۔ میں خود ایسی تلاوت اپنے ماضی کے قابلِ مغفرت دور ''دورِ بریلویت'' میں کر چکا ہوں۔ اس تلاوت کا مقصد مُردے کو قرآن سنانے کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہوتا ہے کہ اس تلاوت کے سبب مُردے پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں اور وہ عذابِ قبر سے محفوظ ہو جائے۔ جہاں تک قبر پر قرآن پڑھنے کا معاملہ ہے تو امام بیہقی نے شُعب الایمان میں بحوالہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کیا ہے کہ قبر کے سرہانے سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات اور پائینتا نے سورہ بقرہ کی آخری آیات پڑھی جائیں۔ اس سے زیادہ قرآن مجید پڑھنے کا کوئی ثبوت روایات اور احادیث صحیحہ سے نہیں ملتا۔ علاوہ ازیں سورہ یٰسین پڑھنے کا ذکر بھی حدیث میں قریب المرگ کے لیئے یا پھر میت پر پڑھنے کے لیئے آتا ہے۔ ❷ لیکن قبر پر یٰسین پڑھنے کا کوئی ثبوت احادیث و آثار سے نہیں ملتا ہے اور نہ ہی پورا قرآن مجید پڑھنے کی کوئی روایت احادیث سے ملتی ہے لہٰذا ثابت ہوتا ہے کہ سنی حضرات کا یہ فعل ان ہی کی ایجاد کردہ بدعت ہے جس سے حقیقی سنی مسلمانوں کو اجتناب کرنا چاہیئے۔

---

❶ اجرت پر قرآن خوانی کرنا یا کروانا اور وہ گھروں میں ہو یا قبروں پر، اسکے گناہ ہونے کا فتویٰ تو خود نام نہاد سنیوں کے فاضل بریلوی نے بھی اپنی تالیفات ''احکام شریعت'' اور بہارِ شریعت'' میں دے رکھا ہے۔ تفصیلات کیلئے دیکھیئے ہماری کتاب ''قبولیتِ عمل کی شرائط'' زیرِ عنوان'' شرک وبدعاتِ زیارتِ قبور۔ بریلوی و دیوبندی مکتبِ فکر کی نظر میں۔''ص ۳۷۵ تا ۳۹۳ مطبوعہ مکتبہ کتاب وسنّت ریحان چیمہ، سیالکوٹ۔

❷ مصنّف رحمہ اللہ نے یٰسین قریب المرگ یا میّت پر [قبرستان میں] پڑھنے کی طرف اشارہ کیا ہے جو کہ انکا تسامح ہے کیونکہ اس روایت کے سنداً صحیح نہ ہونے کی وجہ سے کبار اہلِ علم نے اس عمل کو غیر صحیح بلکہ بدعت قرار دیا ہے۔ (تفصیل کیلئے دیکھیئے: احکام الجنائز علاّمہ البانی ص ۱۱، ۲۴۳، ۲۵۹)

(۷۳) غیر اللہ کے لیئے قیامِ تعظیمی کرنا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی محبوب نہ تھا، لیکن اسکے باوجود جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تو وہ کھڑے نہیں ہوتے تھے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو مکروہ سمجھتے تھے۔ ❶

لیکن آج اس حدیث کے برعکس نام نہاد سنی علماء صوفیاء پیر اور ملاّ عوام سے خود کو پچوار ہے ہیں اور اپنے لیئے قیام تعظیمی کروار ہے ہیں اور دلیل کے طور پر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی لختِ جگر حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا کھڑے ہوکر استقبال فرمایا کرتے تھے۔ میں کہتا ہوں:

① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیئے احتراماً نہیں بلکہ شفقتاً قیام فرماتے تھے کیونکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام تعظیمی تھا تو آج سنی اپنی بیٹیوں کے لیئے قیام تعظیمی کیوں نہیں کرتے؟

② دوسری بات یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم درجہ اور مرتبہ میں ہر اعتبار سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر تھے لیکن پھر بھی صاحبزادی کے لیئے قیام فرماتے تھے، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہر بڑے درجے والا اپنے سے کم درجے والے کیلیئے قیام کرے، مثلاً باپ اولاد کے لیئے، استاد شاگرد کے لیئے، شوہر بیوی کے لیئے، پیر مرید کے لیئے، عالم جاہل کے لیئے، آقا غلام کے لیئے، افسر ملازم کے لیئے اور امام اپنے مقتدی کے لیئے قیام تعظیمی کرے تو حدیثِ فاطمہ رضی اللہ عنہا پر عمل ہوسکتا ہے۔ اس کے علاوہ عمل ناممکن ہے۔ پس بھائیو! اس مسئلے کی حقیقت کو سمجھو اور اس بدعت یعنی قیامِ تعظیمی کو چھوڑ دو۔

(۷۴) نمازِ عید سے قبل تقریر کرنا:

آج کل کے اہلِ سنت مولوی عیدین کی نمازوں سے قبل تقریر کرتے ہیں اور اس تقریر کو اس قدر لازم کرلیا گیا ہے کہ گویا یہ تقریر نمازِ عیدین کا ایک جزوِ لاینفک ہے جبکہ عیدین کی

❶ ترمذی

نماز سے قبل تقریر کرنا نہ تو جنابِ رسولُ اللہ ﷺ کی سنت ہے نہ ہی خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے نمازِ عیدین سے قبل تقریر کی۔ عیدین کی نمازوں میں رسولُ اللہ ﷺ کی سنت مبارکہ نمازوں کے بعد تقریر کرنے کی ہے جسے جاہل سنی مولوی بھی خطبۂ عید کہتا ہے۔

مَیں کہتا ہوں کہ یہ سنی عید کی نماز کے بعد اگر خطبۂ رسمی پڑھتے ہیں تو نماز سے پہلے کون سا خطبہ پڑھتے ہیں۔ اگر یہ کہتے ہیں کہ نماز سے پہلے خطبہ نہیں بلکہ تقریر ہے تو یہ ان کے محض جاہل نہیں بلکہ اجہل (بہت بڑے جاہل) ہونے کی علامت ہے۔ کیونکہ تقریر ہی عربی زبان میں خطبہ کہلاتی ہے۔ پھر ہم تو ایک بات جانتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ہمیں نمازِ عیدین سے قبل کسی تقریر کی تعلیم نہیں دی اور نہ ہی آپ ﷺ سے ایسی کوئی تقریر ثابت ہے چنانچہ یہ بات نا قابلِ تردید حقیقت ہے کہ نمازِ عیدین سے قبل کی جانے والی تقریر بدعت اور تقریر کرنے والے پکے بدعتی ہیں خواہ ان کا تعلق کسی بھی اسلامی مکتب فکر سے ہو۔

(۷۵) معانقۂ عید:

عیدین کے موقع پر نمازوں کے بعد لوگ عیدگاہ میں اور دیگر مقامات پر بھی معانقۂ عید کرتے ہیں اور اس عقیدے اور فکر کے ساتھ کرتے ہیں کہ گویا یہ سنت ہے۔ میں نے خود اکثر لوگوں کو یہ کہتے سنا ہے کہ عید کے دن گلے ملنا اور ملانا رسولُ اللہ ﷺ کی سنت ہے جبکہ کتبِ احادیث میں ایسی کوئی روایت نہیں پائی جاتی جس سے یہ ثابت ہو کہ آپ ﷺ نے بالخصوص عید کے دن معانقہ کا خصوصی اہتمام فرمایا ہو یا اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معانقہ کرنے کا حکم دیا ہو یا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آپس میں عیدین کے مواقع پر معانقہ کیا ہو اور آپ ﷺ نے اس معانقہ پر سکوتِ رضامندی فرمایا ہو لہٰذا وہ احباب جو اس معانقہ کو سنت سمجھتے ہوئے اہتمام کرتے ہیں وہ جان لیں کہ یہ معانقہ سنت نہیں بلکہ بدعت ہے۔ ہر مسلمان کو ایسے معانقے سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ اسی طرح معانقۂ عید کرنے کے بعد صرف عید مبارک کہنا بھی غلط ہے

اس کی بجائے ((تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا وَ مِنْكُمْ)) کے الفاظ زبان سے ادا کرنے چاہئیں کہ یہی ثابت ہے۔ ❶

(۷۶) دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا:

ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے ملنا اور باہم مصافحہ کرنا عین عبادت ہے جیسا کہ درج ذیل حدیث سے ثابت ہوتا ہے:

''براء بن عازب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دو مسلمان جس وقت آپس میں ملتے ہیں اور سلام و مصافحہ کرتے ہیں تو جدا ہونے سے پہلے ان کو بخش دیا جاتا ہے''۔ ❷

مصافحہ کرنے کا مسنون طریقہ تو یہی ہے کہ دائیں ہاتھ سے دایاں ہاتھ گرم جوشی سے ملایا جائے لیکن فی زمانہ اپنے آپ کو پجوانے والے ملاّؤں نے دو ہاتھوں سے دونوں ہاتھوں کا مصافحہ کرنے کی بدعت ایجاد کی ہے۔ پھر دونوں ہاتھوں کو جھک کر سینے پر رکھنا بھی اس مصافحہ کا ایک حصہ ہے۔ اور یہ مروجہ طریق سنتِ رسول ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔ دو ہاتھوں میں ایک ہاتھ کا داخل ہونا بھی چند ایک روایات سے ثابت ہے لیکن چاروں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا اور اس کو سنت سمجھنا پھر دونوں ہاتھ سینے پر رکھنا ایک یقینی بدعت ہے اور اسکا مرتکب بدعتی ہے۔ حقیقی سنی حضرات کو چاہیئے کہ اس بدعت سے بھی احتراز کریں۔ ❸

---

❶ بحوالہ فتح الباری۔ اس سلسلہ میں علاّمہ شمس الحق عظیم آبادی شارح ابوداؤد وغیرہ کا فتویٰ بھی بڑا مفصل ہے۔ غرض اس موضوع کی تفصیل کیلئے دیکھیئے ہماری کتاب ''مسائل واحکامِ قربانی وعیدین'' مطبوعہ مکتبہ کتاب وسنّت، ریحان چیمہ، سیالکوٹ۔

❷ ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، مسند احمد، صحیح الجامع الصغیر ۵۷۷۷، ۵۷۷۸

❸ اس موضوع پر علاّمہ عبدالرحمٰن مبارکپوری کا ۸۰ صفحات پر مشتمل مفصل مقالہ کتابی شکل میں شائع ہو چکا ہے، بعنوان ''المقالہ الحسنیٰ فی سنیۃ المصافحۃ بالید الیمنی'' مطبوعہ جامعہ ابراہیمیہ سیالکوٹ۔

(۷۷) جمعہ کے تین خطبے دینا:[1]

مشکوۃ کے باب الخطبہ والصلوۃ کی فصل اول میں ہے:

((عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَتَانِ يَجْلِسُ بَيْنَهُمَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَ يُذَكِّرُ النَّاسَ فَكَانَتْ صَلٰوتُهُ قَصْداً وَ خُطْبَتُهُ قَصْداً))[2]

''حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (جمعہ کی نماز میں) دو خطبے دیتے تھے ان کے درمیان بیٹھتے تھے (خطبے میں) قرآن پڑھتے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز بھی درمیانی ہوتی تھی اور خطبہ بھی درمیانہ ہوتا تھا''۔

ایک طرف تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریقِ مبارک ہے اور دوسری جانب سنی ملاؤں کو دیکھیئے کہ جمعہ کی نماز میں تین تین خطبے دیتے ہیں اور پھر بھی بڑی ڈھٹائی سے خود کو سنی کہتے ہیں۔ ایک خطبہ تقریر کے نام سے ہوتا ہے اور دو خطبے آباء واجداد کے وقت کے طوطے کی طرح رٹتے رٹاتے چلے آرہے ہیں۔ یہ شروع میں تقریر کے نام سے دیا جانے والا اضافی خطبہ سراسر بدعت ہے اور اس کی بنیاد پر میں یہ بات بغیر کسی لاگ و لپیٹ کے کہہ دینا چاہتا ہوں کہ بدعتی حضرات کی یہ بدعتی عبادات زمرۂ عبادت میں نہیں آتیں بلکہ معارضِ سنت ہونے کے سبب عنداللہ مقبول ہونے کے لیئے کوئی سند ہی نہیں رکھتی ہیں۔ لہٰذا نماز جمعہ ان بدعات کے سبب ضائع ہو جاتی ہے۔ برادرانِ اسلام! اگر اپنی عبادت کو ضائع ہونے سے بچانا چاہتے ہیں تو یہ تمام بدعتیں آج ہی پاؤں کی ٹھوکر پر رکھ دیں۔

---

[1] نمازِ جمعہ کے خطبوں، دورانِ خطبہ دو رکعتوں کی ادائیگی اور ظہر احتیاطی وغیرہ مسائل واحکام جمعہ کی تفصیل کیلئے دیکھیئے ہماری کتاب ''جمعۃ المبارک۔ مسائل واحکام'' مطبوعہ مکتبہ کتاب وسنّت، ریحان چیمہ۔ سیالکوٹ

[2] صحیح مسلم، مشکوٰۃ، کتاب الصلوٰۃ، باب الخطبہ و الصلوٰۃ، الفصل الاوّل ۱/ ٤٤١ بتحقیق للالبانی

(۷۸)خطبہ جمعہ سے قبل برائے ادائیگی سنّت و قفہ کرنا:

سنی ملاّ اور خطیب اپنا پہلا خطبہ جسے وہ تقریر کہتے ہیں ختم کر کے عربی زبان میں دو خطبے دینے سے قبل اپنی مساجد میں کم از کم پانچ دس منٹ کا وقفہ برائے ادائیگی سنت کرتے ہیں کہ جس نے ابھی تک سنت نہ پڑھی ہو وہ پڑھ لے کیونکہ عربی خطبے کے دوران سنتیں نہیں پڑھی جا سکتیں انکے نزدیک خطبۂ جمعہ کے دوران کوئی اور کام کرنا حتی کہ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھنا بھی منع ہے، صرف خطبہ سننا فرض ہے۔ سنی اپنے اس فتوے پر کوئی سند نہیں رکھتے اور حدیث شریف ان کے اس قول کے خلاف ہے ملاحظہ فرمائیے:

((عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْطُبُ النَّاسَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَقَالَ صَلَّیْتَ یَا فُلَانُ؟ قَالَ: لَا، فَقَالَ قُمْ فَارْکَعْ رَکْعَتَیْنِ (وَفِیْ رِوَایَۃٍ: فَصَلِّ رَکْعَتَیْنِ)) [1]

”حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی جمعہ کے دن آیا جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے (وہ آدمی بیٹھ گیا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے فلاں! تو نے نماز پڑھی؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اٹھ اور دو رکعت نماز پڑھ“۔ [2]

ثابت ہوا کہ خطبہ کے دوران نماز پڑھی جا سکتی ہے، اس سے خطبہ کے اجر میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔ اور یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ برائے سنت وقفہ کرنا بدعت ہے جس کے مرتکب تمام سنی حنفی حضرات ہیں بلکہ اس بدعت میں فرقہ اسراریہ، مودودیہ اور طاہریہ وغیرہ بھی شامل ہیں۔

---

[1] بخاری مع الفتح ۲/۴۰۷۔۴۱۲، مسلم مع النووی ۳/۶/۱۶۲۔۱۶۳، ترمذی مع التحفہ ۳/۳۰، شرح السنّہ ۴/۲۶۳، الفتح الربّانی شرح و ترتیب مسند احمد الشیبانی ۶/۷۷

[2] دورانِ خطبہ دو رکعتیں تحیۃ المسجد ادا کرنے کے جواز و اہمیت کی تفصیل کیلئے دیکھیئے ہماری کتاب ”نمازِ پنجگانہ کی رکعتیں مع نمازِ وتر و تہجد و جمعہ“۔ مطبوعہ مکتبہ کتاب وسنّت، سیالکوٹ و توحید پبلیکیشنز، بنگلور۔

(۷۹) بعد نماز جمعہ ظہر احتیاطی پڑھنا:

سنّی حضرات نے یہ بڑی عجیب وغریب بدعت نکالی ہے کہ ادائیگی نمازِ جمعہ کے بعد احتیاطاً ظہر کی چار رکعت بھی پڑھ لیتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ہمارا جمعہ قبول نہ کیا تو ظہر بہر حال قبول ہو ہی جائے گی۔ احتیاطی ظہر پڑھنے کی یہ رسم بدعت ہے نہ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے کبھی بعد از ظہر احتیاطی پڑھی، نہ ہی خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم سے اس کے پڑھنے کا جواز ملتا ہے۔ یہ احتمال تو ہر عبادت کے موقع پر ہو سکتا ہے کہ عبادت قبول ہوئی یا نہیں؟ پھر یہ سنی صرف ظہر احتیاطی ہی کیوں پڑھتے ہیں انہیں ماہ رمضان کے بعد صوم احتیاطی بھی رکھنے چاہییں۔ ادائیگی حج کے بعد حج احتیاطی بھی ادا کرنا چاہیئے۔ نماز پنجگانہ بھی احتیاطی پڑھنی چاہیئے اور اسی طرح ادائیگی زکوٰۃ کے بعد زکوٰۃ احتیاطی بھی ان سے وصول کرنی چاہیئے۔ چند ہی دنوں میں ان کا یہ ظہر احتیاطی کا خناس (بھوت) ان کے دماغوں سے نکل بھاگے گا۔

(۸۰) نفل نمازیں بیٹھ کر پڑھنا:

سنی نفل نمازیں بالعموم بیٹھ کر پڑھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ نوافل بیٹھ کر ہی ادا کیئے جاتے ہیں چنانچہ نہ صرف بوڑھے بلکہ جوان اور بچے بھی نوافل بیٹھ کر ہی پڑھتے ہیں جبکہ احادیث شریفہ سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ نوافل بیٹھ کر پڑھے جائیں۔ نماز عذرِ شرعی کی بنیاد پر بیٹھ کر پڑھی جاسکتی ہے خواہ وہ فرض ہو سنت ہو یا نفل ہو لیکن بغیر عذر کے بیٹھ کر پڑھنا مسنون عمل نہیں ہے کہ اس کو نفل کے ساتھ سنی لازم کرتے ہیں حالانکہ احایث میں یہ وضاحت موجود ہے کہ بلا عذر بیٹھ کر نماز پڑھنے سے اجر میں کمی واقع ہو جاتی ہے اور حالتِ قیام کو حالتِ قعود میں تحویل کرنا خلافِ سنت ہے۔

پس اے برادران! یہ دین ہمارے گھر کا ساختہ نہیں کہ ہم اس میں مرضیٔ نفس سے تغیرات کرتے رہیں اس سے اجتناب کریں کیونکہ یہ بات ہی جہنم میں اہل جہنم کی کثرت کا سبب ہوگی۔

(۸۱) مرد و زن کا جدا جدا طریقے سے نماز پڑھنا:[1]

نام نہاد سنی جب نماز پڑھتے ہیں تو اپنے ہاتھ ناف کے نیچے باندھتے ہیں اور ان کی عورتیں اپنے ہاتھ سینے پر باندھتی ہیں۔ اسی طرح جب نام نہاد سنی مرد سجدہ کرتے ہیں تو ناک، پیشانی، ہتھیلیاں، گھٹنے اور قدموں کے کنارے یعنی انگلیاں زمین پر رکھتے ہیں اور بقیہ بدن کو زمین سے بلند رکھتے ہیں لیکن ان کی عورتیں جب سجدہ کرتی ہیں تو اعضاء سجدہ کو زمین پر رکھنے کے ساتھ ساتھ بقیہ بدن کو زمین سے لگا لیتی ہیں اور بدن کو سکیڑ سمیٹ لیتی ہیں۔ نام نہاد سنی مرد اور عورتوں کی نماز میں یہ فرق ثابت نہیں ہے۔ کیونکہ نہ تو قرآن مجید میں ایسا کوئی حکم پایا جاتا ہے نہ ہی صحیح احادیث سے اس فرق کا ثبوت ملتا ہے بلکہ احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عورت اور مرد کی نماز میں کوئی فرق نہیں سوائے لباس اور ستر پوشی کے، جن کے احکامات صاف الفاظ میں احادیث ہی میں موجود ہیں۔ لہٰذا یہ بات ایک مضبوط دلیل کے طور پر کہی جا سکتی ہے کہ نام نہاد سنی مرد اور عورتوں کی نماز میں یہ فرق بدعت ہے، اور اس فرق کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز خلافِ سنت اور بدعت ہے نیز بدعت پر عمل پیرا لوگ بدعتی ہیں جن کی کوئی بھی عبادت عنداللہ ماجور و مقبول نہیں۔

(۸۲) نماز پڑھ کر امام کا شمال کی طرف منہ کر کے بیٹھنا:

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں بروایت حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھا چکے ہوتے تو ہماری طرف منہ کر لیتے۔ اس حدیث کے علاوہ بعض دیگر احادیثِ صحیحہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام پھیرنے کے بعد مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھ جانا ثابت ہے۔ لیکن نام نہاد سنی ملاّ نماز سے سلام پھیر کر عموماً شمال کی طرف منہ

[1] ''مرد و زن کی نماز میں فرق'' کے زیرِ عنوان مولانا محمد حنیف منجا کوٹی کی ایک بہترین مختصر کتاب ہم نے ایڈٹ کر کے شائع کر دی ہے جو کہ انتہائی لائقِ مطالعہ ہے۔ مطبوعہ مکتبہ کتاب وسنّت ریحان چیمہ وتوحید پبلیکیشنز، بنگلور۔

کر کے بیٹھ جاتے ہیں اور خود ساختہ اذکار پڑھتے ہیں جبکہ ان کا یہ فعل کسی بھی حدیث سے ثابت نہیں ہے اور نہ ہی اس کی رسول اللہ ﷺ نے تعلیم دی ہے۔ میں نے بہت سے موحد علما اور پیش اماموں کو بھی بارہا ایسے کرتے دیکھا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے لاعلمی کی بنیاد پر یہ عمل اختیار کر رکھا ہے۔ لیکن نام نہاد سنی جان بوجھ کر شمال کی طرف منہ کر کے بیٹھتے ہیں، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ کچھ دیر بعد اپنا چہرہ مقتدیوں کی طرف کر لیتے ہیں لیکن شمال کی طرف منہ کرنے کے بعد، اس سے پہلے نہیں۔

میں کہتا ہوں کہ نماز پڑھ کر شمال کی طرف منہ کر کے بیٹھنا بدعت اور جہالت ہے جو کوئی بھی اس بدعت پر عمل کرے گا اس کی نماز عند اللہ ماجور و مقبول نہیں کیونکہ شمال کی طرف منہ کرنا در حقیقت بغداد کی طرف منہ کرنا اور بغداد کو اپنی دعا کا قبلہ بنانا ہے جہاں معروف پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ اللہ ہمیں ایسی جہالت سے محفوظ رکھے۔

(۸۳) نمازِ غوثیہ:

نام نہاد سنی حضرات نے جو بدعاتِ کثیرہ خود پر لاد رکھی ہیں ان میں سے ہی ایک نمازِ غوثیہ بھی ہے۔ یہ نماز عام طریقے سے ہی ادا کی جاتی ہے۔ لیکن نماز پڑھنے والا اسے اس نیت سے پڑھتا ہے کہ اسکے نتیجہ میں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اس کی حاجت روائی کریں گے اور اس کی مصیبتوں کو اس سے دور ہٹا دیں گے۔ نماز پڑھ کر نمازی شمال کی طرف باادب ہو کر گیارہ قدم چلتا ہے پھر گیارہ قدم چل چکنے کے بعد شمال کی طرف منہ کیئے ہوئے پیچھے کی طرف گیارہ قدم الٹے پاؤں چلتا ہے اور اس کے بعد شمال ہی کی جانب منہ کر کے اپنی دعا مانگتا ہے۔

یہ نماز یقیناً کسی یہودی کی ایجاد ہے اس لیئے کہ کعبہ کی توہین اور اس کا مقام کم کرنے والے یا تو یہودی ہو سکتے ہیں یا پھر ان کی ذریت اور ان کے گماشتے ہو سکتے ہیں کہ کعبہ کی طرف پشت ہو جائے تو گناہ نہیں لیکن بغداد کی طرف پشت نہ ہونے پائے۔ یقیناً نمازِ غوثیہ

پڑھنے والے بدعتی ہیں کہ انہوں نے نمازِ غوثیہ کے ذریعے دین میں ایک شرمناک بدعت کا اضافہ کیا اور کعبہ کی عظمت حضرتِ شیخ کی قبر سے کم جانی۔ اللہ ہمیں اور جملہ مسلمانوں کو ان خرافات سے بچائے۔ آمین۔

(۸٤) نمازِ رغائب: ❶

اس نماز کو نام نہاد سنیوں نے دو نام دیئے ہیں پہلا صلواۃ الرغائب یعنی نماز رغائب اور دوسرا صلوٰۃ رجبیہ اور یہ بڑی بدعت ہے چنانچہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے مسلم شریف کی شرح میں اس کے بارے میں لکھا ہے:

(واحتج بـه الـعـلـمـاء عـلى كراهة هذه الصلوٰة المبتدعة التى تسمى الرغائب قاتل الله واضعها و مختر عها فانها بدعة منكرة من البدع التى هى ضلالة وجهالة و فيها منكرات ظاهرة وقد صنف جماعَة من الآئمة مصنفات نفيسة فى نقبيحها و تضليل مصليهاو مبتدعها و دلائل قبحهاو بطلانها وتضليل فاعلها اكثرمن ان تحصر والله اعلم) ❷

اس حدیث سے (جس کی تشریح میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ عبارت لکھی ہے جو بوجہ خوفِ طوالت درج نہیں کی گئی ہے) علماء نے یہ دلیل پکڑی ہے کہ یہ نماز جس کا نام لوگوں نے صلواۃ الرغائب رکھا ہے بدعت اور قابلِ کراہت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے قائم کرنے والے اور ایجاد کرنے والے کو غارت اور برباد کرے پس بے شک یہ نماز بدترین بدعت ہے۔ یہ ان بدعتوں میں سے ہے جو کہ سراسر گمراہی اور جہالت ہیں اور ان بدعات کا منکر ہونا قطعی ہے ان

---

❶ اس نماز اور ایسی ہی بعض دیگر بدعات کی تفصیل کیلئے دیکھیئے ہماری کتاب "بدعاتِ رجب وشعبان" مطبوعہ مکتبہ کتاب وسنّت ریحان چیمہ، سیالکوٹ

❷ شرح مسلم

میں کھلی اور واضح برائیاں موجود ہیں ۔اس نماز بدعیہ کے خلاف اماماں دین کی ایک بڑی جماعت نے بڑی عمدہ کتابیں لکھی ہیں جن میں اس نماز کا قبح و برائی اور اس کے ادا کرنے والے اور ایجاد کرنے والے کی گمراہی کے ساتھ ساتھ اس کے قبحات و برائیوں کی تردید کی ہے اور اس نماز کے پڑھنے والے کی گمراہی کے بارے میں اتنا کچھ لکھا ہے جو کہ شمار سے باہر ہے۔ میں اپنی جانب سے بس اتنا کہوں گا کہ نماز رغائب پڑھنے والے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے اس کلام کی روشنی میں اپنے مقام کا تعین خود ہی کر لیں۔

(۸۵) نماز پڑھ کر ھتھیلیاں آسمان کی طرف کر کے سجدہ کرنا:

میں نے اکثر مساجد میں نام نہاد سنّیوں کی ایک بڑی تعداد کو دیکھا ہے کہ وہ نماز پڑھ کر ایک سجدہ کرتے ہیں جو کافی طویل ہوتا ہے۔اس سجدہ میں وہ اپنی ہتھیلیوں کا رخ زمین کی طرف کرنے کی بجائے اوپر کی طرف کر دیتے ہیں۔اس سجدے کی غرض وغایت کیا ہے؟ یہ سجدہ کیوں کیا جاتا ہے؟ اس سجدے میں ہتھیلیوں کی پشت زمین کی طرف کیوں کی جاتی ہے؟ اس سجدے کو کس نے ایجاد کیا ہے؟ یہ بہت سے سوال میں نے نام نہاد سنیوں سے کیئے مگر ڈھنگ کا جواب آج تک نہیں ملا۔ ویسے یہ سجدہ زیادہ تر دیوبندی فرقے کی ایک جماعت (جو کہ تبلیغی جماعت کے نام سے معروف ہے) اس کے لوگ بکثرت کرتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ نماز کے بعد ایسے کسی سجدہ کا ثبوت جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ملتا ہے یہ سجدہ ایک واضح بدعت ہے اور ایسا سجدہ کرنے والے تمام افراد خواہ وہ کسی بھی فرقے کے ہوں بدعتی اور گمراہ ہیں۔

(۸۶) عقیق کی انگوٹھی پہننا:

میں نے بہت سے نام نہاد سنی ایسے دیکھے ہیں جو چاندی کی انگوٹھی میں عقیق نامی پتھر

لگواتے ہیں اور پھر اس انگوٹھی کو اس زعم باطل کے ساتھ پہنتے ہیں کہ عقیق کی انگوٹھی پہننا نبی ﷺ کی سنت ہے۔ میں نے اس دعویٰ کو تقریباً تمام ہی کتب حدیث میں تلاش کیا مگر عقیق کی انگوٹھی پہننے کا ثبوت مجھے کسی ایک بھی کتاب حدیث سے نہیں مل سکا۔ [1] احادیث میں اتنا ضرور ہے کہ آپ ﷺ ایک چاندی کی انگوٹھی جس پر آپ ﷺ نے محمد رسول اللہ ﷺ نقش کروایا تھا اس کو پہنا کرتے تھے اور اسے بطور مہر استعمال فرمایا کرتے تھے۔ لہٰذا میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ جو لوگ عقیق کی انگوٹھی اس باطل نظریئے کے ساتھ پہنتے ہیں کہ اس سے ثواب حاصل ہوگا اور عقیق ان کی مشکلات حل کرے گا ایسے لوگ بدعتی اور مشرک ہیں۔

(۸۷) نَوَيْتُ سُنَّةَ الْاِعْتِكَافِ کہنا:

نام نہاد سنّی مساجد میں لوگوں کو آرام کرنے اور سونے سے منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر آرام کرنا اور سونا ہے تو زبان سے نَوَيْتُ سُنَّةَ الْاِعْتِكَافِ کہہ کر مسجد میں داخل ہو جاؤ پھر عبادت کے ساتھ ساتھ آرام کرنا اور سونا نہ صرف جائز ہو جائے گا بلکہ یہ اعتکاف میں شامل ہونے کے سبب عبادت ہی شمار ہوگا۔ حالانکہ اول تو لوگوں کو مسجد میں سونے سے منع کرنا ہی غلط ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح بخاری میں (**باب نوم المراۃ فی المسجد**) "مسجد میں خواتین کے سونے کا بیان" اور (**باب نوم الرجال فی المسجد**) "مسجد میں مردوں کے سونے کا بیان" کے تحت ایسی احادیث روایت کی ہیں کہ جن کی رو سے مساجد میں سونا جائز ہے۔ [2] ان صحیح احادیث کے مقابل کسی بھی شخص کی ذاتی رائے پاؤں کی ٹھوکر پر رکھی جائے گی۔ اگر کسی امام کی خود ساختہ شریعت میں مساجد میں سونا ممنوع ہے تو وہ اس ممانعت کو اپنے تک ہی محدود رکھیں۔ اور لوگوں کو حدیثِ رسول ﷺ پر عمل کرنے دیں۔ بلکہ خود بھی

[1] علّامہ ابن قیم نے اپنی کتاب "**المنار المنیف فی معرفۃ الصحیح و الضعیف**" میں عقیق و فیروزہ وغیرہ والی روایات کو ہندوستان کی خود ساختہ روایات قرار دیا ہے۔

[2] اس موضوع کی تفصیلات کیلئے دیکھیئے ہماری کتاب "احکامِ مساجد" مطبوعہ مکتبہ کتاب وسنّت، ریحان چیمہ، سیالکوٹ۔

حدیثِ رسول ﷺ کو ترک کرنے کی بجائے امام کے فتوے کو ترک کر کے ایمان کا ثبوت دیں ۔ ایک طرف خلافِ حدیث مسئلہ کو گلے کا پھندا بنالینا اور اس کو نکال پھینکنے کے لیۓ نَوَیْتُ سُنَّةَ الْاِعْتِكَافِ کی بدعت ایجاد کرنا گمراہی پر گمراہی کا اضافہ کرنا ہے۔ اللہ ایسی گمراہی سے بچائے۔ آمین۔

(۸۸) قبرستان میں مساجد بنانا:

قبر پرستی چونکہ نام نہاد سنیوں کا خاصہ ہے اس لیۓ انہوں نے شریعت اسلامیہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے قبرستانوں میں مساجد بنا ڈالی ہیں۔ چھوٹی بڑی کئی مساجد ہیں جو قبرستانوں اور مزاروں کی حدود میں بنی ہوئی ہیں اس کے برعکس نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"(میرے لیۓ) ساری زمین مسجد بنائی گئی ہے سوائے قبرستان اور حمام کے۔" ❶

علاوہ ازیں بخاری شریف میں بروایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما آیا ہے:

"اپنے گھروں میں نماز (نفل) پڑھا کرو اور انہیں قبرستان نہ بناؤ۔" ❷

یعنی جیسے قبرستانوں میں نماز نہیں پڑھی جاتی ہے اس طرح گھروں میں نہیں کرنا چاہیئے بلکہ نفل نمازیں زیادہ تر گھر ہی میں ادا کرنی چاہییں۔

ایک حدیث میں ہے:

"خبردار! قبروں کو مساجد نہ بناؤ۔ مجھے ایسا کرنے سے منع کیا گیا ہے"۔ ❸

---

❶ ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجه، دارمی، بیهقی، مستدرك حاكم، مسند احمد۔ اس حدیث کو امام بخاری (جزء القراءۃ ص ۴)، اما حاکم، امام ابن تیمیہ، امام ذھبی اور علاّمہ البانی نے صحیح قرار دیا ہے۔
دیکھیۓ: ارواء الغلیل، حدیث: ۲۸۷

❷ بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، داقطنی، مسند احمد سلسلة الصحیحه، حدیث: ۱۹۱۰

❸ صحیح مسلم، معجم طبرانی کبیر، طبقات ابن سعد، صحیح ابی عوانه بحواله اروإ الغلیل للعلّامه الالبانی ۳۱۸/۱

ان احادیث مبارکہ کی روشنی میں غور وفکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قبرستانوں میں مساجد بنانا جہاں بدعت ہے وہاں رسولُ اللہ ﷺ کی مخالفت بھی ہے۔ یہاں نمازیں ادا کرنے والوں کی نمازیں اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی اجر نہیں رکھتی ہیں بلکہ یہ بدعت ہے۔اسی طرح یہ نبی ﷺ کی مخالفت بھی ہے اور مخالفتِ نبی ﷺ کی بنیاد پر وہ ضائع ہو جاتی ہیں۔

(۸۹) مُردے سے معافی مانگنا اور کہا سنا معاف کرنا:

میں نے بارہا یہ مشاہدہ کیا ہے کہ میت کے سرہانے کھڑے ہو کر لوگ معافی تلافی کرتے ہیں عورتیں پکار پکار کر کہتی ہیں ہم نے مہر معاف کیا، کہا سنا معاف کیا۔اسی طرح میت کے دیگر اقارب واحباب بھی اسے پکار پکار کر معافیاں مانگتے اور آہ پکار کرتے ہیں۔ اس معاملے میں نام نہاد سنی تنہا نہیں بلکہ گلابی وہابی بھی ان کے شریک ہیں۔کیا انہیں نہیں معلوم کہ مردے اب قیامت کی صبح سے پہلے کسی کی پکار اور دعا کو نہیں سن سکتے ؟ قرآنِ مجید میں صاف صاف الفاظ میں کہہ دیا گیا ہے:

﴿اِنَّکَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰی﴾ (سورۃ النمل : ۸۰)

’’بے شک آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے‘‘۔

پھر دوسری بات یہ کہ میت کے پاس اس طرح کھڑے ہو کر معافی تلافی کا کوئی ثبوت قرآن و حدیث سے نہیں ملتا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مردوں سے معافیاں مانگنا بدعت اور یہ سمجھنا کہ وہ پکار سنتے ہیں، ذات باری کے ساتھ شرک ہے۔

(۹۰)سوگ میں کالے کپڑے پہننا اور کالی پٹیاں باندھنا:

رافضیوں کی دیکھا دیکھی نام نہاد سنی احباب کی اکثریت سوگ کے موقع پر نہ صرف کالے کپڑے پہنتے اور خواتین کالے دوپٹے اوڑھتی ہیں بلکہ کالے علم بھی لہرائے جاتے ہیں۔حالانکہ یہ امور اللہ کے رسول ﷺ سے ثابت نہیں ہیں۔شریعتِ اسلامیہ نے سوگ کی

مدت تین دن مقرّر رکی ہے۔سوائے بیوہ کے جس کے سوگ کی مدت چار ماہ دس دن ہے۔ دوران سوگ کالے کپڑے پہننے کا ثبوت جناب رسولُ اللہ ﷺ سے،آپ کے صحابہ کرام و خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم سے الغرض کسی سے بھی نہیں ملتا ہے۔اسی طرح سالانہ سوگ منانا کالے علم لہرانا،بازوؤں پر کالی پٹیاں باندھنا بھی روافض کا شعار ہے جو لوگ خود کو سنی کہلواتے ہیں ان کے لیے طریقۂ رسولُ ﷺ حجت ہے نہ کہ روافض کا طریق۔چنانچہ سوگ میں بھی یہ عمل ملحوظِ خاطر رہنا ضروری ہے کہ اس میں شریعتِ مطہرہ کی خلاف ورزی نہ ہونے پائے۔ مسلمانوں کو روافض کی ایجاد کردہ اس بدعت سے پرہیز کرنا چاہیئے۔